

بستان العارفین
اردو

تصنیف

امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی المتوفی ۶۷۶ھ

ترجمہ

مولانا حامد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

امام نووی کی کاوشوں کا بہترین اور جامع مجموعہ

جس میں فقہ و مسائل تصوف و اخلاق اور اعمال پر مشتمل خاص انداز میں نفیس لطائف اور علمی حقائق کے ساتھ معرفت، امراضِ باطنہ اور انکے معالجات سے قرآن و حدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے۔ اولیائے کرام و مشائخ طریقت کے مناقب واقعات و کرامات سے ذہن کو جلا اور روح کو تازگی بخشی گئی ہے

کلام کمپنی (ناشران و تاجران کتب) مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

بستان العارفین اردو

مصنف

امام ابوزکریا محی الدین بن شرف نوویؒ

المتوفی سنہ ۶۷۶ھ

مترجم

مولانا حامد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی

الناشر

کلام کمپنی، ناشران و تاجران کتب

تیرتھ داس روڈ [redacted] فرخانہ کراچی ۱

باھتمام

خواجہ عبدالوحید

ناشر

کلام کمپنی، ناشران وتاجران کتب

تیرتھ داس روڈ، مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی

طابع

بہ اہتمام مستنفیض احمد صدیقی انٹرنیشنل پریس کراچی

قیمت مجلد 125/- روپے

[redacted]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلام اوّل

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

امام نوویؒ شارح صحیح مسلم کی مشہور کتاب "بستان العارفین" کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے، جو علامہ موصوف کی ایک مختصر لیکن جامع کتاب ہے، مصنفؒ کے پایۂ علمی اور کتاب کے مضامین کی ندرت کی وجہ سے خیال ہوا کہ یہ نایاب میراث علمی، عام ہوکر لوگوں تک پہونچے،

کتاب بلاشبہ اس قابل ہے کہ ہر گھر اور ہر لائبریری کی زینت بنے، صرف علماء ہی کے لئے مفید نہیں ہے، بلکہ ہر مسلمان کی زندگی کے لئے اس میں قیمتی معلومات درج کی گئی ہیں،

اس کے اردو ترجمہ کے لئے میں نے اپنے دیرینہ کرم فرما جناب مولانا حافظ حامد الرحمٰن صاحب کاندھلوی کو تکلیف دی، جسے انھوں نے بخوشی قبول فرماکر سہل و دلنشین انداز میں اردو ترجمہ فرمایا، اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں صبر و استقامت کے ساتھ دینی و علمی خدمت کی توفیق بخشے، اور ہمارے کام میں برکت عطا فرمائے، آمین،

ناظرین سے التماس ہے کہ وہ ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں،

خواجہ عبدالوحید عفی عنہ



کلامِ دوم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام
علی خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین،

امابعد، تقسیم ہند کے بعد مسلمانوں کے علمی اثاثے زیادہ تر ہندوستان میں رہ گئے، مسلمان جس انتشار اور افراتفری کے عالم میں پاکستان پہونچے، اس نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ لوگ اپنے ذاتی اور نجی کتب خانوں کی منتقلی کا کوئی بندوبست کر سکتے،

یہی حال ان کتب خانوں اور مطابع کا ہے جو غیر منقسم ہندوستان میں کام کر رہے تھے پاکستان بننے کے بعد جہاں ہر شعبۂ زندگی میں کام کا آغاز نئے سرے سے کرنا پڑا، کتب خانے اور مطابع بھی نئے سرے سے وجود میں آئے، اور جس طرح ہر شعبۂ زندگی میں خدا کے فضل و انعام سے حالت استوار ہو رہی ہے یہی صورت دینی و علمی کتابوں کی اشاعت کی بھی ہے

بحمد اللہ اٹھارہ سال کے مختصر عرصہ میں ہر قسم کی کتابوں کا احیاء ہوا ہے، یہاں تک کہ درسی کتب کی اشاعت پر بھی ناشرین نے زرِ کثیر صرف کیا، جن کی طباعت مالی حیثیت سے بڑی صبر آزما اور اپنے کام کے لحاظ سے نہایت کٹھن ہے، کتبِ حدیث کے تراجم اس کثرت سے ہوئے ہیں کہ منکرینِ حدیث کا فتنہ دب کر رہ گیا ہے، ضرورت ہر چیز کی داعی ہوتی ہے، اس فتنۂ انکارِ حدیث نے سر اٹھایا تو کثرت سے علمی رد لکھے گئے، اور احادیث کی کتابوں کے ساتھ نہایت اعتناء سے کام لیا جانے لگا، تا آنکہ یہ "فتنہ" خود اپنی موت مر گیا، یہی حال قادیانیوں کا ہے کہ اُن کے لئے بھی علماءِ حق نے پاؤں رکھنے کی جگہ نہ چھوڑی، دستورِ اسلامی اور قانونِ اسلام پر اس درجہ کتابیں منظر عام پر آئیں کہ قانونِ اسلام کو ناقابلِ عمل (UNPRACTICEABLE) بتانے والے مُنہ چھپائے پھرنے لگے، کم علموں

اور کم نظروں کا ذکر نہیں ہے، حقیقت یہی ہے ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب ؛ گر دلیلے بایدت ازوے متاب

"کلام کمپنی" بھی اسی زمرہ کا نیا قائم شدہ ادارہ ہے جس نے اپنا مقصود دینی کتابوں کی اشاعت کو بنایا ہے، اور مسلمانوں کے لئے علمی و رُوحانی غذا فراہم کرنا اس ادارہ کا مقصد اوّلین ہے، خدا کا شکر و احسان ہو کہ مختصر عرصہ میں یہ ادارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو چکا ہے، اور امید ہو انشاء اللہ مستقبل قریب میں بہت عمدہ پیمانے پر اہلِ اسلام کی ضروریات بخوبی پوری کر سکے گا،

اس ادارہ کی زمام کار محب مکرم جناب خواجہ عبدالوحید صاحب کے ہاتھوں میں ہو جو علمی صلاحیت اور دینی سمجھ بُوجھ بخوبی رکھتے ہیں، موصوف کی پوری توجہ اسی طرف ہے، امید ہے انشاء اللہ انھیں اپنے مقاصد میں کامیابی ہوگی، حق تعالیٰ سے دعاء بھی یہی ہو کہ وہ اس دینی پودے کو تناور، اور بار آور کرے، آمین ثم آمین،

ربیع الاول ۱۳۸۶ھ کے آغاز میں کراچی جانا ہوا تو موصوف سے ملاقات ہوئی، بڑی خندہ دلی سے پیش آئے، اور مختلف کتابوں کے بارے میں مشورے ہوتے رہے،

فی الحال امام نوویؒ کی کتاب "بستان العارفین" کا ترجمہ اردو ہدیۂ ناظرین ہے، کتاب کا تعارف "حیاتِ امام نوویؒ" کے ضمن میں کر چکا ہوں،

ترجمہ کے متعلق عرض ہے کہ میں نے اس میں سلاست اور روانی کا خیال رکھا ہو، لفظ بہ لفظ ترجمہ کی کوشش نہیں کی، اور کوشش کی ہے کہ عبارت کی شستگی اور روانی باقی رہے، جس سے اردو خواں طبقہ خاطر خواہ فائدہ اُٹھا سکے،

حق تعالیٰ سے دعاء ہو کہ وہ اس کام کو نافع اور مقبول بنائے، آمین، وما توفیقی الّا باللہ علیہ توکّلت والیہ انیب،

بندۂ گنہگار حامدُ الرّحمٰن صدّیقی کاندھلوی کان اللہ لہٗ

فہرست مضامین



مقدّمہ

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی ہجری کے مشہور فضلاء میں سے ہیں، آپ کے زہد و تقویٰ اور علم و عمل پر علماء کا اتفاق ہے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بارے میں کسی نے کہا ہے "اگر آپ کی تصانیف آپ کے پایۂ علمی کا پتہ نہ دیتیں تو ممکن تھا کہ لوگ آسانی سے آپ کے دعاوی کو تسلیم نہ کرتے" ٹھیک یہی صورت ہر ایک فاضل کے ساتھ ہے، کہ اس کے علمی مرتبہ کا اندازہ اس کے کارناموں سے ہی لگایا جا سکتا ہے، جب کارہائے نمایاں سامنے آتے ہیں تو موافق و مخالف سب ہی کو سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے الفضل ما شھدت بہ الاعداء،

اور حقیقت یہی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کے لحاظ سے تقدم خدمت اسلام اور علم و عمل ہی کی بدولت جو لوگ اسلام میں فتح مکہ سے پہلے مشکل کے وقت حلقہ بگوش اسلام ہوئے اُن کا مرتبہ بعد میں آنے والوں سے کہیں بڑھ کر ہے، اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اور حدیث میں ہے لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی،

درجہ بدرجہ ائمۂ کرام محدثین عظام کے ساتھ بھی یہی صورت ہے کہ اُن کی دینی خدمات اس قدر ہیں کہ ہمارے سر آج بھی ادب و تعظیم سے اُن کے لئے جھکے ہوتے ہیں، علماء اسلام کی جو تصانیف ہم تک پہونچی ہیں وہ اپنے مصنف کی دیانت و امانتِ علمی کا شاہکار ہیں، اُن کے پڑھنے سے سینکڑوں صدیاں گذرنے کے باوجود آج بھی ذہن کو جِلا اور رُوح کو تازگی محسوس ہوتی ہے،

یہی کچھ کیفیت امام نودیؒ کی کتاب "بُستان العارفین" سے ناچیز کو اس بے نظیر کتاب کے ترجمہ کے وقت حاصل ہوئی، خدا کا شکر و احسان ہے کہ محبّ مکرم جناب خواجہ عبدالوحید صاحب کی مساعیِ جمیلہ سے ماہ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ میں اس کتاب کے ترجمۂ اردو سے فراغت ہوئی،

بُستانُ العارفین اگرچہ امام کی مختصر کتابوں میں سے ہے، لیکن کچھ اس انداز سے لکھی گئی ہے کہ مصنف کے تبحرِ علمی اور زھد و تقویٰ کا پتہ دیتی ہے، تمام مضامین نہایت قیمتی اور خاص انداز سے مرتّب ہیں، پوری کتاب میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ کی رُوح بول رہی ہے، امام غزالیؒ نے جیسے اپنی کتاب "منہاج العابدین" کے لئے کہا ہے کہ وہ اُن کی تعلیمات کا نچوڑ ہے، ٹھیک یہی صورت "بستان العارفین" کی ہے، کہ وہ امام نودیؒ کی کاوشوں کا مختصر لیکن جامع مجموعہ ہے، عقائد و اخلاقی مسائل اور فقہ و حدیث کو یکجا کر دیا ہے،

شروع میں اخلاص و صدق کی حقیقت، نیّت کا ثمرہ، اس کی فضیلت، اور پھر ۲۸ منتخب حدیثیں جن پر اسلام کا مدار ہے ذکر کی گئی ہیں، اس کے بعد مناقب علماء، اولیاء اللہ کے واقعات، بحث کرامات، خاص خاص ابواب ہیں،

بحث کرامات میں امام الحرمینؒ اور قشیریؒ کے کلام سے بیشتر استفادہ کیا ہے، پوری کتاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، حاشیہ کسی مصری عالم کا ہے، جس کو اردو میں منتقل کر دیا گیا ہے، کسی مقام پر محشی کی رائے سے اختلاف کیا جا سکتا ہے، لیکن مجموعی حیثیت سے مفید ہے،

امام نوویؒ کی سیرت بیان کرنے والوں نے کچھ اس طرح بیان کی ہے،

نام و نسب

سلسلۂ نسب اس طرح ہے:- محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعۃ بن حزام النّووی،

لقب محی الدین، کنیت ابوزکریا، نام یحییٰ بن شرف ہے،

پیدائش اور تعلیم و تربیت

بمقام نوی (جو دمشق کے مضافات میں سے ہے) ابتدائی عشرۂ محرم ۶۳۱ھ میں پیدا ہوئے، بچپن نوی ہی میں گذرا، اور وہیں قرآن کریم حفظ کیا، استاد مراکشیؒ بیان کرتے ہیں: "میں نے شیخ نوویؒ کو مقام نوی میں دیکھا، اس وقت شیخ کی عمر صرف دس سال تھی، آپ کے ہم عمر ساتھی آپ کو کھیل پر مجبور کرتے، لیکن آپ ان سے بھاگتے اور اپنے ورد کے یاد کرنے میں مشغول رہتے، ساتھیوں کا کھیلنے پر اصرار بڑھتا تو آپ رو دیتے، مراکشیؒ کہتے ہیں نوویؒ کی محبت میرے دل میں اسی وقت سے پیوست ہو گئی، قرآن کی تعلیم سے فارغ ہو کر آپ دمشق پہنچے

اور کمال بن احمد سے تحصیلِ علم شروع کی،

امام نوویؒ خود بیان کرتے ہیں کہ "جب میری عمر ۱۹ سال کی ہوئی تو والدِ محترم مجھے دمشق لے گئے، میں نے وہاں پہونچ کر مدرسہ رواحیہ میں داخلہ لیا، دو سال تک یہیں قیام رہا، مدرسہ کی روٹی پر گذارہ تھا، ساڑھے چار مہینے میں کتاب تنبیہ پوری حفظ کرلی، ازاں بعد سال کے باقی حصہ میں کتاب مہذب سے بھی میں نے کچھ حصہ یاد کرلیا، اور زیادہ وقت مطالعہ، شرح اور تصحیح کتب میں گذرنے لگا، میرے استاد اسحٰق مغربیؒ نے جب یہ رنگ دیکھا تو مجھ سے نہایت درجہ محبت کرنے لگے، ۶۵۰ھ میں میں نے والد بزرگوار کے ساتھ حج کیا، اور ڈیڑھ ماہ مدینہ منورہ میں قیام کیا"

علمی مشاغل

عطاء الدین بن عطار بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے شیخ نوویؒ نے بیان کیا کہ وہ اپنے اساتذہ کے پاس تقریباً گیارہ سبق روزانہ پڑھتے تھے، (۱) جمع بین الصحیحین، (۲) صحیح مسلم، (۳) ایک سبق نحو، (۴) صرف، (۵) منطق، (۶) اصولِ فقہ، (۷) اسماء الرجال (۸) منتخب رازی (۹-۱۰) دو سبق وسیط کے، (۱۱) اور ایک مہذب کا۔ حق تعالیٰ نے میرے وقت اور حافظہ میں برکت عطا فرمائی تھی، اور ان مشاغل کو انجام دینے میں میری بخوبی مدد کی تھی"

نیز خود ہی بیان کرتے ہیں کہ "ایک مرتبہ میرے دل میں علمِ طب کا خیال پیدا ہوا، میں نے کتاب قانون اس شوق میں خرید لی، میرے دل پر اس سے ایک

عجیب ظلمت چھاگئی، اور میں اپنے مشاغل میں سے کسی پر قادر نہ رہا، چند روز یہی کیفیت رہی، اچانک مجھ کو القاء ہوا کہ علمِ طب میں مشغولیت فضول ہے، میں نے فوراً کتاب قانون فروخت کردی، اور علمِ طب سے متعلق تمام کتابیں اپنے یہاں سے الگ کردیں اس سے میرا قلب پھر منور و روشن ہوگیا،

اساتذہ و شیوخ امام نوویؒ

امام نوویؒ نے اپنے زمانہ کے مشہور محدثین سے تحصیلِ علمِ حدیث کی، ساتھ ہی فقہ، اصولِ فقہ، اور علمِ منطق میں بھی مہارت حاصل کی، آپ کے اساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، چند کے نام مختصراً ذکر کئے جاتے ہیں:۔

۱، ابوابراہیم اسحٰق بن احمد مغربیؒ۔ ۲، ابومحمد عبدالرحمٰن بن نوح مقدسی، ۳، ابوحفص عمر بن سعد ربعی۔ ۴، ابوالحسن اربلی۔ ۵، ابواسحٰق ابراہیم عمراوی۔ ۶، ابوالبقاء خالد بن یوسف نابلسی۔ ۷، ضیاء بن تمام حنفی۔ ۸، ابوالعباس احمد مصری، ۹، ابوعبداللہ حیانی۔ ۱۰، ابوالفتح عمر بن بندار۔ ۱۱، ابواسحٰق واسطی۔ ۱۲، ابوعباس مقدسی ۱۳، ابومحمد تنوخی۔ ۱۴، ابومحمد عبدالرحمٰن انباری۔ ۱۵، ابوالفرج مقدسی۔ ۱۶، ابومحمد انصاری وغیرہ، یہ تمام کے تمام شیوخ کبار علماء اور محدثین میں سے ہیں،

تلامذہ امام نوویؒ

اساتذہ کی طرح آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کی تعداد بھی کثیر ہے، چند مشہور ہستیوں کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱، علاء الدین بن عطار۔ ۲، ابو العباس احمد بن ابراہیم۔ ۳، ابو العباس جعفری، ۴، ابو العباس احمد بن فرج۔ ۵، رشید اسمٰعیل بن معلم حنفی۔ ۶، ابو عبد اللہ حنبلی، ۷، ابو العباس واسطی۔ ۸، جمال الدین سلیمان بن عمر درعی۔ ۹، ابو الفرج مقدسی، ۱۰، بدر محمد بن ابراہیم۔ ۱۱، شمس محمد بن ابی بکر۔ ۱۲، شہاب محمد بن عبد الخالق، ۱۳، شرف ہبۃ اللہ۔ ۱۴، ابو الحجاج مزنی وغیرہ

زُہد و تقویٰ امام نوویؒ

امام نوویؒ علم و فضل کے ساتھ نہایت متقی و پرہیزگار، عابد و زاہد، مرتاض بزرگ اور درویش تھے، ہمیشہ سنت کے مطابق نہایت سادہ زندگی گذاری، نہایت معمولی کھایا، اور موٹا جھوٹا پہنا، علماء اور عوام، امیر و غریب سب یکساں طور سے آپ کا احترام اور بزرگی ملحوظ رکھتے تھے، اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتے تھے کہ امام ان سے کچھ قبول کرلیں، مگر آپ کی دنیا سے نفرت و بیزاری اور شانِ استغناء نے ان سب چیزوں سے آپ کو بے پرواہ کر دیا تھا،

پوری زندگی کوئی سرکاری وظیفہ، ھدیہ یا عطیہ کسی سے قبول نہیں کیا، منقول ہو کہ ایک مرتبہ ایک لوٹا کسی غریب آدمی سے ہدیہ میں قبول کیا تھا، اور ایک عالمِ دین کے اصرار پر اُن کا سادہ کھانا گھر منگوا کر تناول فرمایا تھا، کبھی کوئی پھل نہیں کھایا محض اس وجہ سے کہ دمشق کے باغات یا تو اکثر سابق زمانہ کے وقفی ہیں، یا اُنکی پیداوار میں ناجائز امور سے کام لیا جاتا ہے، دن رات آپ کا معمول علمِ دین کی اشاعت یا پھر عبادت و ریاضت تھی، آرام بہت کم فرماتے، اور غذا صرف ایک وقت اور

وہ بھی بہت کم تناول فرماتے، اور اسی وقت پانی پیتے،

تصانیف امام نوویؒ

آپ کی عمر صرف ۴۶ سال کی ہوئی، لیکن اس کے باوجود آپ کی بیشمار تصنیفات ہیں، جن میں سے ہر ایک فوائد سے لبریز اور معلومات کا مستقل خزانہ ہے،

۱۔ صحیح بخاری کی شرح کتاب الایمان کے ختم تک، جس کے بارے میں نوویؒ نے خود اپنی شرح صحیح مسلم میں ذکر کیا ہے، کہ میں نے اس شرح میں نفیس اور قیمتی علوم جمع کئے ہیں،

۲۔ المنہاج فی شرح مسلم بن حجاج، اپنی اس شرح کے بارے میں کہتے ہیں: "اگر ہمتوں کی کمزوری اور شائقین کی کمی دیکھنے میں نہ آتی تو میں تفصیل سے کام لیتا، اور سؔو مجلدات سے اس کا حجم بڑھا دیتا، لیکن درمیانی درجہ پر اکتفاء کرتا ہوں" اس وقت یہ شرح دؔو جلدوں میں ہمارے درمیان موجود ہے، شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قونوی حنفی متوفی ۷۸۸ھ نے اس شرح کو مختصر بھی کیا ہے،

۳۔ ریاض الصالحین، دو جلدوں میں صحیح احادیث کا منتخب مجموعہ ہے، جس کو "قرآن محل" کراچی والوں نے اردو ترجمہ برادرم مولانا عابد الرحمٰن کاندھلوی سلمہٗ کے ساتھ شائع کیا ہے،

۴۔ بستان العارفین، جس کا اردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین ہے جو مختصر لیکن جامع کتاب ہے، حدیث، تصوف وسلوک، عقائد و فقہ کے مضامین پر مشتمل ہے،

۵۔ کتاب الروضہ، جو شرح کبیر رافعیؒ کا اختصار ہے،

۶۔ شرح مہذب ، ۷۔ تہذیب الاسماء والصفات ، ۸۔ کتاب الاذکار اذکار مسنونہ کا بہت عمدہ مجموعہ ہے ، ۹۔ اربعین ، ۱۰۔ تقریب ، ۱۱، ارشاد فی علوم الحدیث ، ۱۲، کتاب المبہمات ، ۱۳، الیضاح ، ۱۴، تبیان ، ۱۵، شرح سنن ابوداؤد (ناقص) ۱۶، طبقات فقہاء شافعیہ ، ۱۷، رسالہ استحباب القیام لاہل الفضل ، ۱۸، رسالہ فی قسمۃ الغنائم ، ۱۹ ، فتاویٰ ، ۲۰، جامع السنۃ ، ۲۱، خلاصۃ الاحکام ، ۲۲، مناقب امام شافعیؒ ، ۲۳، مختصر اسد الغابہ ۲۴، مناسک ، وغیرہ۔

وفات

۶۷۶ھ میں امام نوویؒ اپنے پاس سے کتب مستعارہ واپس کرنے کے بعد اپنے شیوخ کے مزارات پر حاضر ہوئے ، اُن کے لئے دعاء مغفرت کی اور آبدیدہ ہوئے۔ پھر احباب سے رخصت ہونے کے بعد وطن مالوف کے لئے روانہ ہوئے ،

ایک جماعت آپ کو رخصت کرنے کے لئے دمشق کے باہر تک ہمرکاب ہوئی ، اور دریافت کیا کہ اب ہم سب کا اجتماع کب ہوگا ؟ فرمایا دوسو سال کے بعد ، حاضرین سمجھ گئے اس سے قیامت کی طرف اشارہ ہے ،

اس کے بعد بیت المقدس تشریف لے گئے ، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کرنے کے بعد واپس نوی تشریف لے گئے ، آتے ہی بیمار ہوگئے ، ۱۴ ار رجب ۶۷۶ھ شب چہار شنبہ کو والد بزرگوار کی زندگی ہی میں پروردگار حقیقی سے جا ملے ، اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

آپ کی وفات کی خبر جس وقت دمشق پہونچی تو دمشق اور قرب وجوار کے تمام علاقوں میں غم ویاس کے بادل چھاگئے، اور مسلمان آپ کی وفات سے تڑپ اُٹھے، خود قاضی القضاۃ عزّالدین محمد بن صائغ ایک جماعت کی ہمرکابی میں نوی قبر شریف پر حاضر ہوئے، اور آپ کے لئے دعاء مغفرت کی، بیس آدمیوں کی ایک جماعت نے چھ سو سے زائد اشعار میں آپ کا مرثیہ کہاہے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ،

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ ۞

حامد الرحمٰن کاندھلوی عفا اللہ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبۂ کتاب

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے،
اور درود و سلام نازل ہو ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور
اُن کے آل و اصحاب پر،

سب تعریف اللہ، زبردست، غالب و غفار کے لئے ہے جو تقدیر کا مالک معاملات کا متصرف اور رات کو دن پر بدل کر لانے والا ہے، تاکہ اہلِ دل اور اصحابِ بصیرت عبرت حاصل کریں، وہی ہے جس نے اپنی مخلوق میں سے جن لوگوں کو چنا انھیں بیداری عطا فرمائی، اور اپنے نیک بندوں میں داخل کر لیا، اور اپنے جن بندوں کو پسند کیا انھیں نیکی کی توفیق عطا فرمائی اور نیکوکار بنایا، اور اپنے عاشقین کو حقیقت کی سمجھ دی لہٰذا انھوں نے اس دنیا میں زُہد اختیار کیا، اور اس کی مرضیات کی طلب میں لگ گئے اور آخرت کی تیاری میں مشغول ہو گئے، اور ناپسندیدہ کاموں سے بچنے اور دوزخ کے عذاب سے ڈر کو اپنا شیوہ بنا لیا،

میں خدائے برتر کی تمام نعمتوں کا (صدق دل سے) شکریہ ادا کرتا ہوں، اور اس کے مزید انعام و اکرام کا امیدوار ہوں، اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود

نہیں، اس کی توحید کا اقرار اور تمام مخلوق پر جو اس کی ربوبیت کا یقین واجب ہے اس کا اعتراف کرتے ہوئے، اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسولؐ اور اس کی مخلوق میں سب سے چنیدہ حبیب ہیں، اوّلین و آخرین تمام مخلوقات سے افضل ہیں، سب سے زیادہ کریم کامل، سب سے زیادہ اللہ کو پہچاننے والے. سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے، سب سے زیادہ اس کی ذات وصفات کے جاننے والے، سب سے زیادہ متقی، عبادت، محنت، خشیت اور زھد میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں، سب سے بلند اخلاق مسلمانوں پر سب سے زیادہ مہربان ہیں،

درود وسلام نازل ہو آپ پر اور تمام انبیاء پر، اور ان کی آل واصحاب پر اور ان کی اخلاص کے ساتھ پیروی کرنے والوں پر قیامت تک، جب کبھی ان کو یاد کرنے والے یاد کریں، اور اس وقت بھی جب اُن کی یاد سے غافل ہوں،

محبّتِ دُنیا کی مذمّت

حمد وثناء کے بعد، بیشک دنیا فنا کا گھر ہے ہمیشگی کا ٹھکانہ نہیں، وقتی منزل ہے عیش وراحت کا مقام نہیں، دنیا ختم ہونے والی ہے باقی رہنے والی نہیں،

یہ ایک ایسی بات ہے جس پر واضح نقلی اور عقلی دلیلیں موجود ہیں، اور خاص وعام کو اس کا یکساں علم ہے، مالدار و فقیر اس میں برابر ہیں، مشاہدہ و فکر دونوں سے اس کا علم بدیہی ہے، زیادہ وضاحت سے اُس کی معرفت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ؎

اگر دن بھی کسی دلیل کا محتاج ہو جائے تو پھر کسی بات کا بھی اعتبار نہیں،

جب دنیا کی یہ حالت ہے جو میں نے نصیحت کے انداز میں ذکر کی، اور اسی لئے قرآن کریم

میں اس سے بچنے، اس کی طرف مائل نہ ہونے اور اس سے دھوکا نہ کھانے اور اس پر اعتماد نہ رکھنے کی اس قدر تاکید آئی ہے جو مشہور و معروف ہے، کسی بیان کی محتاج نہیں، اسی طرح احادیثِ نبوی اور منقولاتِ حکمت میں بھی اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے، لہذا بندوں کا بیدار کرنا ضروری ہے، اور سب سے عقلمند دنیا میں زاہدوں کی جماعت ہے[1] کسی شاعر نے دنیا کے وصف میں کیا خوب کہا ہے ؎ (اشعار کا ترجمہ ملاحظہ ہو)

۱۔ محلات و منازل کو غور کی نگاہ سے دیکھو، وہ اپنے رہنے والوں کے بعد کیسے بدل گئے، اور ان کی پہلی حالت جاتی رہی،

---

[1] زاہدین سے مراد ایسے لوگوں کی جماعت ہے جن کے قلوب پر دنیا مسلّط نہیں ہوئی، اور حرص و لالچ نے انھیں لوگوں کے نقصان اور ان کے اموال کو غصب کرنے پر آمادہ نہیں کیا، جیسا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کا طریقہ تھا،

وہ زاہدین مراد نہیں ہیں جو لوگوں سے بھاگتے اور ان سے نفرت رکھتے ہیں، اور گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرتے اور صدقات و خیرات پر گذر اوقات کرتے ہیں، جن کو لوگوں کے ہاتھوں کا میل کہا گیا ہے، حدیث میں ہے "دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے" اصل میں زاہد دینے والا شخص ہے جس کی طبیعت نے اُسے اس نیکی پر آمادہ کیا ہے، کیونکہ اسلام عمل سکھلاتا ہے، کسلمندی نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی، اور ارشاد ہے رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً۔

اور جو تحذیر دنیا پر آئی ہے وہ دل کے ساتھ خاص ہے، تاکہ لوگوں کے امور منضبط رہیں، دل صاف ہو، اور حرص جاتی رہے، کیونکہ حرص ظلم و استبداد کی جڑ ہے۔

۲۔ "مصائب نے اپنے دامن کو ان کے نشانات پر کھینچا، تو اُن کی تعمیرات گر کر ڈھیر ہو گئیں"

۳۔ "اور اُن کے مکین اپنے قدیم راستے پر چلے گئے، اور اُن کے قصے پارینہ اور ختم ہو گئے"

۴۔ "جب میں نے اُن کے نشانات کو فکر و نظر سے دیکھا تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ بہہ پڑیں"

۵۔ "اگر میں عقلمند ہوتا تو رونے اور آنسو بہانے سے نہ رُکتا، یہی مجھ کو اور میری آنکھوں کو کافی تھا"

۶۔ "دنیا نے مکر و دھوکہ سے جو ختم نہیں ہوتے ہمارے لئے اپنے حسن کو بنا سنوار کے پیش کیا ہے[1]"

---

[1] دنیا نے حقیقت میں ہمیں دھوکہ نہیں دیا، اس کے زخارف تو بہت ناپائیدار ہیں، درحقیقت ہمیں بھی اور پہلے بھی جو لوگوں کو دھوکہ ہوا ہے وہ صرف ہماری عقل کی وجہ سے ہوا ہے جو اللہ نے ہمیں دی ہے، تاکہ ہم صحیح و غلط امور کے درمیان تمیز کر سکیں، اگر دنیا کو یہ معلوم ہوتا کہ ہم میں فکر کی صلاحیت موجود ہے تو وہ اپنے حُسن کی بہار ہمیں نہ دکھاتی، کیونکہ اس کی تو ہر چیز فانی ہے، وہ تو ہم سے زبانِ حال سے کہہ رہی ہے، فانی میں لگ کر اور باقی سے اعراض کر کے اپنے نفس کو دھوکہ میں ڈال، اور عقل سے دور رہ، شروع کی طرف متوجہ مت ہو، کیونکہ اگر تو شروع کی طرف متوجہ ہوگا تو حضور ؐ کا قول آڑے آ جائے گا کہ "مؤمن ایک سوراخ سے دوبارہ نہیں ڈسا جاتا" اور میں تو تجھ کو بارہا دھوکہ میں ڈال چکی ہوں،

۷۔ "یہی دنیا ہے جس نے اپنا ذائقہ کسی کو نہیں چکھایا مگر بدمزہ اور کڑوا"

۸۔ "اگر وہ آتی ہے تو اپنے جمال سے دھوکہ میں ڈالتی ہے، اور جاتی ہے تو رنج وافسوس کی تکلیف پہونچاتی ہے"

۹۔ "وہ دنیا بخشنے والی ہے اور جلد ہی اپنے عطیات کو لینے والی ہے، اور جس کو آباد کرچکی ہے اس کی بربادی میں مشتاق ہے"

۱۰۔ جب کسی مالدار کے لئے کوئی کام بناتی ہے تو جلد ہی ختم بھی کردیتی ہے:

اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے:۔

(ترجمہ) ۱۔ "جو شخص دنیا کی اپنی خوش عیشی کی وجہ سے تعریف کرتا ہے تو میری جان کی قسم عنقریب وہ اس کو ملامت کرے گا"

۲۔ "اگر وہ کسی کے پاس سے جاتی ہے تو حسرت وافسوس چھوڑ جاتی ہے اور جب آتی ہے تو افکار اور غموں کو بڑھادیتی ہے[له]"

له یعنی جب دل میں دنیا کی محبت بس جائے، ورنہ جس نے دنیا کی قیمت پہچان لی اور جان لیا کہ وہ آخرت کی کھیتی ہے، اور اس کے لئے آزمائش ہے، ایسا شخص یقیناً دنیا کو اس کے مرتبہ میں رکھے گا، اور اسی طرح استعمال کرے گا جیسے سلف استعمال کرچکے ہیں، اس صورت میں بلاشبہ وہ دنیا میں فارغ البال اور آخرت میں سعید ہوگا، کیونکہ اس صورت میں وہ فقراء، ومساکین کی مدد اور مالی نیکیاں انجام دے سکے گا، جس سے اجر عظیم کا مستحق ہوگا،

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ، یہی وہ طریقہ ہے جس پر سلیمان علیہ السلام اور مالدار صحابہؓ گامزن تھے،

مقصد کتاب

جب تم نے جان لیا، جو میں نے ذکر کیا، اور وہ بات ثابت ہوگئی جس کی میں نے تعریف کی ہے۔ لہٰذا آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ عقلمندوں کے راستہ پر چلے، اور سمجھدار لوگوں کا طریقہ اختیار کرے۔

ہم اللہ کریم مہربان سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے، اور سب سے سیدھے راستے کی ہدایت فرمائے، میں یہ ایک ایسی کتاب لکھ رہا ہوں جو اس راستہ کو بیان کرنے والی اور ان اخلاقِ حمیدہ کے لئے راہ ہموار کرنے والی ہو جن کی طرف میں نے اشارہ کیا،

میں اس کتاب میں انشاء تعالیٰ چند نفیس نکتے اور حقائق علمی بیان کروں گا، اور جو کچھ اس کتاب میں لکھوں گا وہ اُس طریقہ پر ہوگا جس سے پڑھنے والے کو اُکتاہٹ نہ ہو، اور تمام مضامین نصیحت سے قریب تر ہوں گے۔ ابواب کی ترتیب کا اس کتاب میں لحاظ نہ ہوگا، کیونکہ اس سے پڑھنے والے کو اُلجھن ہوتی ہے،

اور اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبویؐ، سلف کے روشن اقوال، اور بزرگوں کے پسندیدہ منقولات، نادر حکایتیں اور زاھدانہ مناسب اشعار ہوں گے، اور اکثر مقامات پر احادیث کا صحیح وحسن ہونا، درجۂ روایت اور انکے مشکل

معانی کو بھی بیان کروں گا، نیز الفاظ احادیث کے صحیح تلفظ کو بھی بیان کروں گا، تاکہ تغیر و تبدّل اور تصحیف و تحریف[1] کا اندیشہ باقی نہ رہے، اور بسا اوقات حدیثیں اپنی ہی سند سے روایت کروں گا، اس سے پڑھنے والوں کو زیادہ اہمیت ہوگی، کبھی کبھی اختصار کرتے ہوئے اور تطویل کے ڈر سے سند حذف بھی کر دوں گا،

نیز اس لئے بھی کہ دراصل یہ کتاب عمل کے شائقین کے لئے لکھی جا رہی ہے، اور ان لوگوں کے لئے جو سند کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ بسا اوقات اسناد کی طوالت سے لوگ گھبرا جاتے ہیں،

لیکن جو احادیث ذکر کروں گا خدا کے فضل و کرم سے وہی ہوں گی جن کو میں روایت کرتا ہوں، اور جو کتبِ متداولہ میں اپنی سندوں سے مشہور و معروف ہیں،

اگر کہیں حدیث یا حکایت میں کوئی لغت یا کسی شخص کا نام ہوگا، تو اس کو متعین کر دوں گا، اور ضبط محکم نیز اتقان کے ساتھ اس کو بیان کروں گا، جو الفاظ شرح کے محتاج ہوں گے اُن کی شرح کروں گا، اور جن کے معنی میں غلطی کا احتمال ہوگا بیان کروں گا،

اس کتاب کے دامن میں انشاء اللہ علوم شرعیہ بھی مذکور ہوں گے، حدیث و فقہ کے نادر نکتے اور آدابِ نبویؐ بھی ہوں گے، اور کچھ حصّہ علمِ حدیث اور فقہ کی باریک باتوں کا بھی ہوگا، اور عقائد کے اصول اور قواعدِ شرعیہ کی اہم باتیں بھی آجائیں گی،

علم منقولات کی اچھی باتیں جن کا مجالس میں ذکر پسندیدہ ہے ذکر ہوں گی، معرفتِ قلب، دل کے امراض اور اُن کا علاج بھی مذکور ہوگا، بسا اوقات ایسی باتیں بھی

---

[1] تصحیف کہتے ہیں الفاظ بدل دینا جس سے معنی بدل جائیں، تحریف کسی مناسبت سے معنی بدل دینے کو کہتے ہیں ۱۲

آئیں گی جو تشریح کی محتاج ہوں گی، جس کی یہ کتاب متحمل نہیں،

میں ایسی باتوں کا مقصود مختصراً بیان کروں گا، یا کسی عالمِ ربانی کی کتاب کا حوالہ دوں گا (جہاں تفصیل سے دیکھ لیا جائے) اور اپنی تصنیفات کا بھی حوالہ دوں گا، کہ وہاں اس مقام کو دیکھ لیا جائے،

اور اس سے انشاء اللہ تعالیٰ فخر و بڑائی اور تصانیف کی کثرت کا اظہار نہ ہوگا بلکہ ہدایت کی طرف رہنمائی اور اس مقام کو بیان کرنا ہوگا جہاں سے مقصود کو حل کیا جائے،

اس باریکی پر میں نے اس لئے توجہ دلائی ہے کہ بعض لوگ ایسا کرنے والے کو متہم کرتے ہیں، اور یہ صرف جہالت، بدگمانی، حسد، اور بغض وعناد کی وجہ سے ہوتا ہے، میں نے خیال کیا کہ قاری کا ذہن اس طرف سے صاف ہوجائے، اور وہ اس کتاب کو پڑھتے وقت اپنے ذہن کو بدگمانی سے پاک رکھے،

میں اللہ کریم سے حُسنِ نیت اور ہر قسم کی طاعات کی توفیق اور آسانی اور اس میں دوام وزیادتی کا تازندگی طلبگار ہوں، اور یہی دعاء میرے احباب اور ان لوگوں کے لئے ہے جو مجھے اللہ کے لئے محبوب رکھتے ہیں، اور تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے بھی میری یہی دعاء ہے،

اور میری دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دارِ کرامت میں جمع فرمائے، بلند مرتبوں کے ساتھ، اور ہمیں اپنی رضامندی اور نیکیوں کے طریقے عنایت فرمائے،

مجھے اللہ ہی کا سہارا اور اسی کی استعانت ہے، اسی پر بھروسہ ہے، گناہوں سے پھیرنے کی اور نیکیوں پر توفیق دینے کی، اللہ بزرگ و برتر کے سوا کسی کو قدرت نہیں، کافی ہے ہم کو اللہ اور وہی بہترین کارساز ہے،

بار الٰہا! میں تجھسے ہر وسیلہ اور ہر شفیع کے ذریعہ سوال کرتا ہوں کہ اس کتاب کے ذریعہ مجھے میرے احباب کو اور تمام مسلمانوں کو نفع عظیم اور کامل عطا فرما،

اے وہ ذات! جس کو کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی، اور نہ اس کے آگے کوئی کام بڑا ہے، اب اصل کتاب شروع ہوتی ہے،



بابِ اوّل

تمام اعمال میں اخلاص اور نیّت کی درستگی

فرمایا اللہ تعالیٰ نے :-

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ	اور ان کو نہیں حکم کیا گیا تھا مگر یہ کہ اللہ
مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ	کی بندگی کریں دین کو اس کے لئے خالص
وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ	کرکے یک سُو[1] ہو کر اور نماز کو قائم کریں،
وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (پارہ ۳۰)	اور زکوٰۃ دیا کریں، اور یہی ہو مضبوط دین ۔

دین القیمہ سے مراد ملتِ مستقیمہ ہو، اور کہا گیا ہے حق پر جم جانے والی جماعت،

---

[1] حنفاء، حنیف کی جمع ہے، یعنی وہ مسلمان جو یک سُو ہو کر دوسرے تمام دینوں سے ہٹ جائے، اور حق کی طرف مائل ہو جائے، اور راستہ میں بھٹکے نہیں، سیدھی راہ پر مستقیم ہو جائے، عبادت کو اخلاص کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جو دل اور باطن سے متعلق ہے، اور حنیف سے ظاہری استقامت مراد ہے، اس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمان کے اعمال ظاہری دل سے مطابق ہونے چاہئیں، اگرچہ حکمِ شریعت کا نفاذ اعمال ظاہری کے مطابق ہوگا، دل کی حالت کا انسان مکلف

(باقی بر صفحہ ۳۶)

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (سورۂ نساء)

اور جو شخص اپنے گھر سے نکلا اللہ و رسول کی خاطر ہجرت کے ارادہ سے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہو گیا ۔

اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے :۔

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ (پارہ نمبر ۱۵)

تمھارا پروردگار خوب جانتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے ۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵) نہیں ہے، کیونکہ کوئی شخص دل کے حال سے واقف نہیں ہوتا، آدمی کے اعمال کی اچھائی و برائی کا مدار ظاہر پر ہوگا، بعض ہوشیار لوگوں نے جو یہ شبہ ڈال دیا ہے کہ ظاہر میں کیا رکھا ہے، باطن درست ہونا چاہیئے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہے، اپنے آپ کو شک و شبہ سے بالا رکھنے کی اسکیم ہے، شریعت نے تقویٰ و اخلاص کے ساتھ ظاہری اعمال کی بجا آوری کی بھی قید لگائی ہے، چنانچہ اس آیت میں بھی اخلاص کے ساتھ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ بھی کہا گیا ہے، عمل کے بغیر دعوائے اسلام دین کے ساتھ مذاق اور اہلِ اسلام کی توہین ہے، یہ بات عقل کے بھی خلاف ہو کہ خالق کی نافرمانی اس کے نزدیک مقبول ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے تو گنہگاروں کو عذاب دوزخ کی دھمکی دی ہے، وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا. کرامت، ولایت مقبولیت صرف انہی لوگوں کے لئے ہے جو فرائض کو بجا لاتے ہوئے اور ممنوعات سے بچتے ہوئے تقوائے الٰہی اختیار کریں، چنانچہ ارشاد باری ہے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا "اللہ کو تمھاری قربانیوں کا گوشت
وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ اور خون نہیں پہونچتا صرف تمھارے
(سورۂ حج) دل کا تقویٰ مطلوب ہے"

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں، اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ تمھاری نیتیں خدا کو مطلوب ہیں،

حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں تقویٰ سے مراد وہ اعمال ہیں جو خالص خدا کے لئے کئے جائیں،

امام ابوالحسن واحدیؒ فرماتے ہیں زجاج نے کہا ان الفاظ کی مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خون اور گوشت کو قبول نہیں کرتا اگر وہ تقوے کے ساتھ نہ ہوں، جن اعمال میں تم تقویٰ اختیار کرتے ہو انہی کو قبول فرماتا ہے،

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عبادات کا کوئی کام بغیر نیت کے درست نہیں، اور نیت یہ ہے کہ اللہ کی نزدیکی اور حکم کی ادائیگی کا ارادہ کرے،

حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کی تفصیل

سندِ حدیث: ابوالبقاء خالد بن یوسف بن سعید بن حسن بن مفرج بن بکار مقدسی نابلسی شافعی، ابوالیمن کندی، محمد بن عبدالباقی انصاری، ابومحمد الحسن بن علی جوہری، ابوالحسین محمد بن مظفر، ابوبکر محمد بن سلیمان واسطی، ابونعیم عبد بن ہشام حلبی، ابن مبارک، یحییٰ بن سعید، محمد بن ابراہیم تیمی، علقمہ بن وقاص لیثی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ	حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ
وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ	تمام اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے جس شخص کی ہجرت اللہ ورسول کے لئے ہو
فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا	تو اس کو اسی کا ثواب ہے، اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی خاطر یا کسی عورت سے
یُصِیْبُھَا اَوْ اِمْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ	نکاح کے لئے ہے تو اس کی ہجرت کا ثواب ویسا ہے جس کی اس نے نیت کی "

یہ ایک ایسی حدیث ہے جس کی صحت پر اتفاق ہے، اس کی بزرگی اور مرتبہ کے سب قائل ہیں، یہ حدیث قواعدِ ایمان میں سے ایک ہے، اور ایمان کا ستون، نیز بڑے ارکان میں سے ہے،

یہ حدیث ایک اعتبار سے غریب ہے، اور ایک اعتبار سے مشہور، اس حدیث کا مدار یحیٰی بن سعید انصاری پر ہے،

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت عمرؓ نے اور حضرت عمرؓ سے صرف علقمہ نے اور علقمہ سے صرف ابراہیم بن محمد تیمی نے، اور محمد سے صرف یحیٰی بن سعید نے روایت کی ہے (اس اعتبار سے غریب ہے) یحیٰی بن سعید سے، اس حدیث کے راوی دوسو سے زیادہ بڑھ گئے ہیں، جن میں سے اکثر امام ہیں (اس لحاظ سے مشہور ہے)

امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو سات جگہ

روایت کیا ہے، سب سے پہلے شروع کتاب میں، پھر کتاب الایمان، پھر کتاب النکاح میں، پھر کتاب العتق میں، پھر کتاب الہجرۃ میں، پھر ترک الحیل میں، اور پھر نذر میں،

پھر اس حدیث کے الفاظ صحیح بخاری میں دو طرح پر آئے ہیں، (۱) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (۲) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّۃِ، ابن شہاب کی کتاب میں اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ لفظ اِنَّمَا کے بغیر آیا ہے، حافظ ابو موسیٰ اصبہانی فرماتے ہیں ان الفاظ کی سند صحیح نہیں؛

نیت کے معنی قصد و ارادہ کے ہیں، یعنی عزم قلب[1] (پختہ ارادہ) لفظ اِنَّمَا

---

[1] عزم قلب، یعنی نیت کا مدار دل پر ہے، نہ زبان سے کہنے پر، بعض فقہاء نے زبان سے کہنے کو سنت اور کمال عبادت کہا ہے، اگرچہ امام شافعیؒ کا اصل مذہب یہ ہے کہ نیت عبادت کے متصل ہونی چاہئے، نماز، روزہ میں یہ ممکن نہیں ہو، آدمی تکبیر کہے گا یا نیت کا تکلم کرے گا، اگر تکبیر سے پہلے نیت کہی تو اس وقت نماز شروع نہیں ہوئی، اگر ہم کہیں یہ قلب کی مدد کے لئے ہے تو اصل مقصود تو جاتا رہا، زبان سے نیت کہنے میں ایک شور ہوتا ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو امام کی حرکات کا علم بھی نہیں ہوتا، امام رکوع میں چلا جاتا ہے اور مقتدی تکبیر و نیت کے ہنگامہ میں رہتے ہیں، یہ حالت (جو ہمارے ہاں رواج پاگئی ہو) شریعت کو مطلوب نہیں ہے، اور سکون و اطمینان کے بھی خلاف ہے، جو نماز میں مطلوب ہو، سنت اور سبر صحابہؓ سے بھی یہ بات منقول نہیں ہوئی کہ اس قسم کا شور ہوا کرتا تھا جو آجکل ہمارے یہاں ہو رہا ہے، یہ خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے آداب کے خلاف ہے،

کاش مجھے معلوم ہوتا کہ بادشاہ یا حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر بھی ایسا شور و غوغا ہو سکتا ہے! تو کیا پھر نماز میں یہ سب کچھ صحیح ہو؟ بعضوں کو تو یہاں تک شبہ ہو جاتا ہے کہ وہ نیت کے شبہ کی وجہ سے نماز دُہراتے ہیں، اور سمجھتے ہیں فاسد ہو گئی، اور اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ شریعت میں نیت سے مراد دل کا ارادہ ہو، اور اس فعل کی نیت ہے جس کو کر رہے ہیں، (مصنف اپنے یہاں کی حالت کا شکوہ کر رہے ہیں، ہمارے یہاں ایسا نہیں ہوتا ۱۲)

حصر کے لئے آتا ہے جس چیز کے شروع میں آتا ہے اس کو ثابت کرتا ہے، اور باقی کی نفی، اس لحاظ سے حدیث کے معنی ہوں گے کہ "اعمالِ شرعیہ نیت کے بغیر صحیح نہیں ہوتے، جس شخص نے اپنی ہجرت[1] سے رضاءِ الٰہی کا ارادہ کیا، اور جس نے اپنی

---

[1] کیا بلادِ کفر سے بلادِ اسلام کی طرف ہجرت صحیح ہے؟ اور مسلمان کے لئے دارالکفر میں رہنا جائز نہیں؟ موجودہ حالات میں جب کہ کفار مسلمانوں کے اکثر شہروں پر قابض ہو چکے ہیں، اور تمام اسلامی ملکوں پر اُن کا اثر و نفوذ قائم ہے، مصنفؒ نے اس حدیث کی شرح میں اربعین میں نقل کیا ہے:-

"ماوردیؒ کہتے ہیں جس شخص کے اہل و عیال اور خاندان دارِ کفر میں موجود ہوں اور وہاں دین کا ظاہر کرنا ممکن ہو ایسے شخص کے لئے ہجرت صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ جگہ بھی دارالاسلام کے حکم میں ہو گئی"

یہ حکم بلادِ کفر میں اسلام کی سربلندی کے لئے عمدہ ہے، جب کہ وہاں تبلیغ کی ممانعت نہ ہو، کیونکہ ہمارا انحطاط جو اس درجے کو پہونچ گیا ہے، وہ زیادہ تر انہی غیر مسلموں کی بدولت ہے جو ہمارے یہاں قسم ہو گئے ہیں، اور اپنے اہلِ ملت کو ہمارے تمام امور کی اطلاع دیتے رہتے ہیں جس سے وہ ہمارے حالات اور تاریخ سے ہم سے زیادہ واقف ہو گئے، اُن حضرات کا ذکر چھوڑ دیجئے جو ان لوگوں پر فریفتہ ہو گئے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ حکومت و سلطنت اور دوسری نعمتوں سے بھی لوگ سرفراز ہیں، یہاں تک کہ بہت سے کفار اسلامی ملکوں میں آکر مناصبِ دینیہ پر فائز ہو گئے، اور جنگ کے زمانہ تک اسی طرح کام کرتے رہے، کاش ہم بھی کفار کے ملکوں میں ایسا ہی کرتے اور ماوردیؒ کے قول پر عمل کرتے، جس سے ہم اُن کے داخلی معاملات اور اسلام دشمنی سے واقف ہو جاتے، اور وہ باتیں بھی جان لیتے جن سے وہ مسلمانوں میں انتشار

(باقی بر صفحہ ۳۱)

ہجرت سے دنیا کا ارادہ کیا تو اس کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس لے ارادہ کیا "

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام عبادات مثلاً وضو، غسل، تیمم، نماز، زکوٰۃ، روزہ، اعتکاف، حج وغیرہ سب میں نیت شرط ہے،

ہمارے امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ فرماتے ہیں، یہ حدیث فقہ کے ستر بابوں میں جاری ہو سکتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں اس حدیث میں ایک تہائی علم داخل ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰) اور ان کی عقلوں پر غلبہ پا لیتے ہیں، ہمیں اسلام کی دوبارہ سربلندی سے مایوس نہیں ہونا چاہئے، اسلام میں خود سپردگی اور بزدلی جائز نہیں، اسلام نے ہر حالت میں خواہ اقبال ہو یا پستی، جرأت و شجاعت اور روحانی قوت کی تعلیم دی ہے،

جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہماری کمزوری کا اصلی سبب کیا ہے، تو ہمارے مبلّغین کی جماعتیں بھی امریکہ اور یورپ میں جانی چاہئیں، اور وہی طریقہ اختیار کرنا چاہئے، جو انھوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے، جب تک آزادیٔ دین اور وہاں رہنے والے کی زندگی خطرہ میں نہ ہو، ۱۲ منہ

(اصل بات ہر امت کا اپنے اصل لقب "خیر امۃ" کو حاصل کرنے کی فکر کرنا، یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی دوسری اقوام کی طرح دیسیہ کاری سے کام لیں، بلکہ خود اسلام پر عمل پیرا ہوں اور دنیا کو خدا کے آخری پیغام کی دعوت دیں انشاء اللہ کامیابی ہوگی،

ہمارا وجود خود اسلام کی راہ میں ایک رکاوٹ بنا ہوا ہے، جب ہم یہ کام انجام دیں گے تو ہمارا خوف امن سے بدل جائے گا، وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا، کی قرآنی تصدیق دوبارہ دنیا میں جلوہ گر ہوگی) ۱۲ از بندہ مترجم

امام احمدؒ بن حنبلؒ اور دوسرے لوگوں نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے کہ اس میں ثلث علم داخل ہے، امام حافظ ابوبکر بیہقیؒ نے اپنی کتاب مختصر السنن میں امام شافعیؒ کے اس قول کا مطلب لکھا ہی، فرماتے ہیں :۔ "بندے کے کاموں کا مدار دل، زبان اور نیت پر ہی، لہذا نیت ان تینوں میں سے ایک قسم ہوئی رہی ایک تہائی ہے)، اور یہ قسم دونوں سے زیادہ بھاری ہے، اس لئے کہ یہ مستقل عبادت ہے، دوسری قسموں میں ایسا نہیں ہی، کیونکہ قول و عمل میں ریاء کا دھوکہ ہو سکتا ہے اور نیت میں ریاء نہیں ہے"

نیت

علماء نے اپنی کتابوں کا آغاز اس حدیث سے پسند کیا ہے، امام ابو عبداللہ محمد بن سمٰعیل بخاریؒ نے اپنی کتاب کو اسی حدیث سے شروع کیا ہے، اور امام کی کتاب قرآن کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے،

ابو سعید عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ سے منقول ہے، فرماتے ہیں" اگر میں کوئی کتاب تصنیف کرتا تو اس کے ہر باب کی ابتداء اس حدیث سے کرتا" اور یہ بھی ان سے منقول ہے "جو شخص کوئی کتاب تصنیف کرے تو اس کی ابتداء اس حدیث سے کرے"

اور امام ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی نے اپنی شرح صحیح بخاری کتاب الاعلام میں لکھا ہے کہ ہمارے اساتذہ حدیث اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کو ہر تصنیف اور دین کے امور میں پہلے لانے کو پسند کرتے تھے، کیونکہ نیکیوں کی تمام قسموں کا اس پر مدار ہی،

اور سلف صالحین سے ہمیں اس حدیث کے اہتمام سے متعلق بہت سی معلومات بہم پہونچی ہیں، واللہ اعلم، مثلاً اس حدیث کی سند حسن بھی ہی اور غریب بھی، کیونکہ اس کے راویوں میں تین تابعی جمع ہوگئے ہیں، جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، محمد بن ابراہیم تیمیؒ، علقمہ بن وقاصؒ، تینوں تابعی ہیں،

اگر یہ چیز نادر ہے تو دوسری حدیثوں میں بھی یہ ندرت پائی جاتی ہے، بلکہ بعض حدیثوں کو چار تابعی ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں،

حافظ عبد القادر رہاویؒ نے ایسی احادیث کو ایک جزء میں جمع کر دیا ہے، مجھے بھی اس کی روایت حاصل ہے، اور میں نے اپنی شرح صحیح بخاری کی ابتداء میں ان کو مختصراً شامل کر دیا ہے[1]، اور دوسری حدیثیں جو اس قسم کی مجھے ملیں وہ بھی شامل کر دی ہیں، جن کی مجموعی تعداد تیس سے بڑھ گئی ہے، واللہ اعلم،

وہ احادیث جن پر دین کا مدار ہے،

جو امور لائقِ توجہ ہیں اُن میں اُن احادیث کا بیان بھی ضروری ہے جن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ان پر اسلام کا مدار ہے، اور اصولِ شریعت و دین اور فقہ و علم کا محور ہیں ہم ایسی احادیث کو اس موقع پر ذکر کریں گے، کیونکہ حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ الخ بھی انہی میں سے ہے، اور یہ بہت اہم بحث ہے، اس لئے مناسب ہے کہ پہلے اسی کو ذکر کیا جائے،

ایسی احادیث کے شمار میں علماء کی مختلف آراء ہیں، لیکن امام حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن نے جو ابن صلاح کے نام سے مشہور ہیں ان کی تدوین اور شرح میں بڑی محنت سے کام لیا ہے، اور ان کی تحقیق و ضبط پر مزید اضافہ کی گنجائش نہیں ہے، لہٰذا میں انہی کے کلام سے مختصراً یہاں عرض کر دوں گا، اور جو باتیں انھوں نے ذکر نہیں کی ہیں وہ بھی شامل کر دوں گا، کیونکہ دین ——————

[1] مصنفؒ نے بخاری کی شرح صرف کتاب العلم تک لکھی ہے، مکمل نہیں کی،

نصیحت کا نام ہے، اور نصیحت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ کسی جدید فائدہ کا اضافہ

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیعت فرمانے کو مسلمانوں کے نصیحت کرنے پر موقوف رکھا، اور مختلف حدیثوں میں اس کا حکم بھی فرمایا ہے، جریر بن عبداللہ بجلی نے بھی آپؐ سے اس پر بیعت کی، ۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کی وفات پر جریر بن عبداللہ نے تقریر کی اور فرمایا:- "میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، جب اسلام کے لئے حاضر ہوا، تو آپؐ نے مسلمانوں کو نصیحت کرنے کی شرط لگائی۔ میں نے اس پر بھی آپؐ سے بیعت کی" بخاری نے بھی اس حدیث کو اخیر کتاب الایمان میں ذکر کیا ہے،

یہ اس لئے ہے کہ کسی شخص کو نصیحت کرنا اس سے تعلق و محبت کو بتلاتا ہے، گویا تم اُسے فائدہ پہونچانا اور نقصان سے بچانا چاہتے ہو، جب مسلمانوں میں باہمی محبت عام ہو جائے اور نصیحت کا اخلاص سب کو مل جائے تو تائید و نصرت اُن کے شاملِ حال ہو جائے گی، یہی وہ راز ہے جس کو مسلمانوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنایا، اور روم و ایران اور دنیا کے اکثر حصہ پر غالب ہوتے چلے گئے، کیونکہ ایک دوسرے کو نصیحت اور خیر خواہی کی زیادتی میں اُن کے سامنے یہ آیت نصب العین بن گئی، اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ، پھر وہ اس محبت و تعلق میں اس مرتبہ کو پہونچ گئے جو حدیث میں بیان کیا گیا ہے، "تمام مسلمان جسم واحد کی طرح ہیں، اگر انسان کے کسی حصۂ جسم میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا بدن تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے"، یہ اتحاد و اتفاق کی ایسی شدید قوت ہو جس سے مقابلہ ممکن نہیں، معادن، لوہا اور مٹی میں جو قوت ہے وہ بھی اُن کے اجزاء کی باہمی ملاپ اور ارتباط سے شدید ہو اور لوہا ان اجزاء میں زیادہ بڑھا ہوا ہے لہذا زیادہ مضبوط ہے، پس مسلمانوں میں قوت ایک دوسرے سے محبت اور نصیحت و خیر خواہی کے بغیر نہیں آسکتی ۱۲ منہ

کیا جائے جو اُس کے قائل کی طرف منسوب ہو، جو شخص ایسا کرتا ہے اس کے علم وعمل میں برکت ہوتی ہے، اور جو شخص اپنے اور دوسرے کے بیان کو گڈمڈ کر کے بیان کرتا ہی جس سے دوسرے کے کلام میں شبہ پیدا ہو جائے، (کہ دوسرے کا کلام بھی اسی کا معلوم ہو) ایسے شخص کے نہ علم میں نفع ہوتا ہے اور نہ عمل میں برکت دی جاتی ہے[1]،

اہلِ علم وفضل کا ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ وہ دوسروں کے کلام پر مزید فائدوں کا اضافہ کرتے ہیں، ہم ہمیشہ اللہ سے اس کی توفیق کا سوال کرتے ہیں،

---

[1] جو شخص دوسرے کے کلام کو اپنی طرف منسوب کرے اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ اس کے علم سے نفع نہ ہو، کیونکہ اس نے امانت میں خیانت کی، علم امانت ہے، اسے مستحق تک پہونچایا جائے اور کہنے والے کی طرف منسوب کیا جائے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ خیانت آدمی کے عمل کو فاسد کر دیتی ہے، اور خیر وبرکت جاتی رہتی ہے، ہو سکتا ہے کوئی دوسرا شخص ان باتوں کو حاصل کرے اور اپنی طرف منسوب کر کے پیش کر دے، کیونکہ ہر کام کا بدلہ ویسا ہی ملتا ہے جیسا کیا ہے، ایسی خیانت سے علم میں کمی اور سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، اور کہنے والوں کا حق جاتا رہتا ہے، اور سلف کی بزرگی باقی نہیں رہتی، اور صرف نسبت کرنے والے کا نام رہ جاتا ہے، جس سے بات کی اہمیت جاتی رہتی ہے، اور رواج پذیر نہیں ہوتی، اطمینان ووثوق کے لئے نفس قدیم کا فریفتہ ہے جدید سے آدمی کا تعلق شدید نہیں ہوتا، اور نہ ہی وہ دلیل وحجت بنتا ہے، اور جو شخص تمہیں کوئی علمی فائدہ پہونچا رہا ہے اس کو اپنی طرف منسوب کرنا اچھائی کا انکار ہے، اور منعم کے لئے جو احسان و شکر واجب ہے اُس سے رُک جانا ہے ۱۲ منہ

شیخ ابو عمرو رحمہ اللہ نے ایسی احادیث کی تعیین کے بارے میں ائمہ محدثین کے اقوال نقل کرنے کے بعد جن کی تعداد چھبیس ہے فرمایا:۔

۱۔ پہلی اُن میں سے حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ الخ ہے،

اور دوسری حضرت عائشہؓ سے اس طرح مروی ہے:۔

۲۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے[1] وہ مردود ہے"

[1] یعنی جو امور دین کے اصول کے مطابق نہ ہوں وہ مردود ہیں، اس سے مراد حالاتِ سابقہ کا باقی رکھنا نہیں ہے، کیونکہ یہ عادتِ الٰہی کے خلاف ہے، حالات تغیّر پذیر ہوتے ہیں، ثبات اور ہمیشگی صرف عبادات اور اُن کے متعلقہ امور میں ہے، لیکن حالات و عادات بدلتے رہتے ہیں، ان میں سے وہ قبول کئے جائیں گے جو دین کے لئے نقصان دہ نہ ہوں، اور مسلمانوں کو اس سے کوئی بُرائی یا تکلیف لاحق نہ ہو، طویل زمانہ کا اس میں لحاظ رکھا جائے گا،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھودنے کے بارے میں سلمان فارسی کی رائے کو قبول کیا، اور خود بھی اس محنت میں شامل ہوئے، ورنہ عرب میں اس کا دستور نہ تھا، چونکہ مقصود صحیح تھا، یعنی مسلمانوں کو دشمن کے شر سے بچانا، لہٰذا ایسا کیا گیا،

اور حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں میں سازشیں پھیل رہی ہیں تو آپ نے بلا اجازت سفر کی ممانعت کر دی، ایک سند کے ساتھ لوگ مدت مقررہ کے لئے سفر کر سکتے تھے، یہی صورت آجکل پاسپورٹ میں ہے، اور حضرت عمرؓ نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے

(باقی بر ص۳۷)

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے، بخاری و مسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے:۔

مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ۔

جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارے دین کی شہادت نہیں ہے وہ مردود ہے"

لفظ ردٌّ کے معنی مردود کے ہیں، جیسے خلق کے معنی ہیں مخلوق،

۳۔ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا، فرماتے تھے بیشک حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے، اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی چیزیں ہیں جن کو بہت سے آدمی نہیں جانتے، جو شخص شبہ والی چیزوں سے بچا اس نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶) پاس ان کے وقائع اور حقوق کے لئے کوئی تاریخ نہیں ہے تو تاریخ ہجری مقرر فرمائی، اسی طرح مردم شماری اور روزینوں کا ریکارڈ قائم کیا،

یہ تمام باتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں تھیں، چونکہ مسلمانوں کے فائدے کے لئے تھیں اس لئے صحابۂ کرامؓ نے پورے بسط و شرح کے ساتھ ان اصلاحات کو قبول فرمایا، مقصود حقیقی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا یہی ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی پیروی کی جائے؛ اور مصالحِ مسلمین پر نظر رکھی جائے، اور باطل و مردود وہی ہے جو خلافِ شریعت اور خلاف ماثور ہو یا مسلمانوں کے مصالح کے خلاف ۱۲ منہ

اِسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهٖ وَعِرْضِهٖ وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّرْتَعَ فِيْهِ اَلَا وَاِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى اَلَا وَاِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهٗ اَلَا وَاِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ

اپنے دین و آبرو کو محفوظ رکھا[1]، اور جس نے شبہ والی چیزوں پر عمل کیا وہ حرام کا مرتکب ہوا، جیسے چرواہا جو باڑھ کے گرد چراتا ہے، قریب ہے کہ جانور اندر چلے جائیں، یاد رکھو کہ ہر بادشاہ کی ایک باڑھ ہوتی ہے اور اللہ کی باڑھ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں، یاد رکھو! جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام بدن درست ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام بدن خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھو وہ دل ہے

[1] کیونکہ اگر وہ شبہ والی چیزوں کو اختیار کرے گا تو بیوقوف لوگوں کو افتراء اور غیبت کی گنجائش مل جائے گی، اور فعل حرام کی طرف نسبت کریں گے، لہذا ایسے شخص کی ذات طعن و تہمت کا نشانہ بن جائے گی اور وہ لوگ اس وجہ سے گنہگار ہوں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو وہ تہمت کے قریب نہ پھٹکے، حضرت علیؓ فرماتے ہیں "ایسے کاموں سے بچو جن کا لوگ انکار کریں اگرچہ تمہارے پاس عذر ہو، منکر کے سننے والے عذر نہیں سنا کرتے"، پھر یہ بھی ممکن ہے کہ اسی طرح حرام کا مرتکب ہو جائے، جیسا کہ حدیث میں مثال آئی ہے، حدیث میں ہے کہ اللہ چور پر لعنت کرے معمولی سرقہ پر ہاتھ کٹتا ہے، پھر اونٹ چراتا ہے اور ہاتھ کٹتا ہے، یعنی رفتہ رفتہ بڑی چوری پر آجاتا ہے وآیت وَيَقْتُلُوْنَ وَقَتْلَهُمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ، یعنی برائی کے خوگر بنے نوبت قتل انبیاء تک پہونچ گئی (منصرف از اربعین نووی)۔

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے، بخاری ومسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے
یُوْشِكُ یا کے پیش کے ساتھ اور شین کے زیر کے ساتھ ہے، اس کے معنی جلدی کے ہیں،

۴۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ خَلْقُهٗ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا نُطْفَةً ثُمَّ يَكُوْنُ عَلَقَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يَكُوْنُ مِنْ ذٰلِكَ مُضْغَةً مِّثْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ يُرْسَلُ الْمَلَكُ فَيَنْفُخُ فِيْهِ الرُّوْحَ وَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ كَلِمَاتٍ بِكَتْبِ رِزْقِهٖ وَاَجَلِهٖ وَعَمَلِهٖ وَشَقِيٌّ اَوْ سَعِيْدٌ فَوَالَّذِيْ لَآ اِلٰهَ غَيْرُهٗ اِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ ، فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے حدیث بیان کی، اور وہ سچے ہیں اُن کے سچ کی گواہی دی گئی ہے (فرمایا) بیشک تمہیں ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفہ کی شکل میں رکھا جاتا ہے پھر چالیس روز علقہ، پھر چالیس روز مضغہ کی شکل رہتی ہے، پھر ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے جو اس بے جان جسم میں رُوح پھونکتا ہے، اور اُسے چار باتوں کے لکھنے کا حکم کیا جاتا ہے، رزق، موت، عمل، شقی اور سعید، ہونے کا،
پس اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں تم میں سے ایک اہلِ جنت کا سا عمل کرتا ہے، یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، لیکن

فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا، وَاِنَّ اَحَدَكُمْ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا اِلَّا ذِرَاعٌ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَيَدْخُلُهَا،

کتاب کا فیصلہ اٹل رہتا ہے، اور وہ اس کے بعد دوزخیوں کے عمل کرتا ہے اور دوزخ ہی میں داخل ہوتا ہے[1]؛ اور بیشک تم میں سے ایک دوزخیوں کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، یہاں بھی کتاب کا فیصلہ آگے آتا ہے، اور وہ جنتیوں کے عمل کرتا ہے (اور آخرکار) جنت میں داخل ہوتا ہے"

بخاری ومسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے، (بکتب) با، موحدہ اور زیر کے ساتھ ہے،

---

[1] یعنی ظاہری عمل کے بعد کھلم کھلا دوزخیوں کا سا عمل کرتا ہے، مصنف نے شرح اربعین میں اس حدیث کے بارے میں کہا ہے کہ جو شخص ایمان لایا اور عمل کو خالص رکھا تو اس کا خاتمہ ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے، برا خاتمہ انہی لوگوں کا ہوتا ہے جو برے عمل کریں یا اچھے کام میں ریاء و شہرت کو ملادیں، دوسری حدیث اس بات کو بتلاتی ہے "یعنی ایک تم میں کا جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے بظاہر" یعنی لوگ ظاہری عمل سے ایسا سمجھتے ہیں لیکن اندر فساد وخبث ہوتا ہے، واللہ اعلم،

دوسرا شخص وہ ہے جو بظاہر اور لوگوں کی نظر میں دوزخیوں کے سے کام کرتا ہے لیکن اس کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کے لئے اخلاص ہوتا ہے جو ظاہری عبادت سے بڑھ جاتا ہے، اور اس کے نتیجہ میں اس سے ایسے اعمال صادر ہوتے ہیں جو منافع عامہ کے لئے ہوتے ہیں، اور مقصود شارع میں اگرچہ عبادت شخصی ظاہر نہیں جسے کل کا کل سمجھ لیا گیا ہے، لہذا اس کے اعمالِ حسنہ اور خیر کے کاموں کی بدولت اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمادیتا ہے جس سے وہ جنتی ہوجاتا ہے ۱۲ منہ

۵ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یَرِیْبُکَ،

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کلمات یاد کئے: "ان باتوں کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالیں اُن باتوں کے لئے جو تمہیں شک میں نہ ڈالیں"[۱]

حدیث صحیح ہے، ابو عیسیٰ ترمذی اور ابو عبدالرحمن نسائی نے اس کو روایت کیا ہے نیز ترمذی نے کہا حدیث صحیح ہے (یُرِیْبُکَ) یا کے فتحہ اور ضمہ کے ساتھ دونوں لغت ہیں، فتحہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے،

۶۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، غیر ضروری باتوں کو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کی خوبی ہے[۲]۔

حدیث حسن ہے، ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے اس کو روایت کیا ہے،

---

[۱] یعنی جن باتوں کے کرنے سے اطمینان ہو اور دل کو راحت و سکون ملے وہ اختیار کرو، کیونکہ جس آدمی کی ناصح ہے، اسی لئے حدیث وابصہ میں آیا ہے اپنے دل سے پوچھو اگرچہ فتویٰ دینے والے فتوے دیدیں، آدمی اپنے اندرونی اور قلبی معاملہ کو خوب جانتا ہے، اور روح جب تک گناہوں سے آلودہ نہ ہو برائیوں سے نفرت کرتی ہے، اور جب تقوے کے ذریعہ صیقل ہو جاتی ہے تو صرف اچھائی کی طرف مائل ہوتی ہے ۱۲

[۲] لایعنی امور سے احتراز اس لئے ہے کہ ہر شخص حسب توفیق ولیاقت اپنے کاموں میں مشغول رہے

۷۔ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ

حضرت انس بن مالکؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں تم میں سے کوئی شخص (کامل) مومن نہیں ہوسکتا

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۱) ہوجائے، کیونکہ جو شخص جس کام کا اہل نہیں ہو اسکے کرنیسے کوئی ثمرہ ظاہر نہ ہوگا نظام زندگی میں خلل واقع ہوگا۔ کسی فرد واحد کو اس کی اجازت نہیں ہوسکتی، شریعت کا قانون عام اور سب کیلئے ہوتا ہے، شریعت کی نظر میں سب مساوی ہیں، فضیلت صرف حُسنِ عمل اور تقوے کی بدولت ہے۔ ہر شخص اگر لایعنی کاموں میں مصروف ہو جائے، تو معاملات خراب اور توازن بگڑ جائیگا یہ بھی ہماری خرابی کا آجکل ایک سبب ہے، اہم امور کی باقاعدہ انجام دہی سے رہ گئے، اور دوسروں کے تابع مہمل بن گئے، تمھارے دل میں یہ بات نہ آنی چاہئے کہ حدیث میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی منع کیا گیا ہے، معاذ اللہ کہ ایسا ہو، یہ تو مسلمانوں کے لئے ایک لازمی حکم ہے، کیونکہ منکر کے پھیلنے کا نقصان کسی ایک فرد کو نہیں ہوتا، یہ تو مرض متعدی ہے جس میں پورا معاشرہ مبتلا ہو جاتا ہے، میرا خیال ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر اعتراض کرنے والے اس سے متفق ہوں گے کہ صحت کے مراکز کا انتظام جس وقت عام بیماری کا اندیشہ ہو ضروری ہے، اور یہ بات مسلّم ہو کہ امّت کے جسم میں اخلاقی امراض جسمانی امراض سے زیادہ مہلک ہیں، کیونکہ ظاہری بیماریاں محسوس ہیں اور ان سے انسان بچتا ہے، اور احتیاط برت لیتا ہے، لیکن باطنی امراض اپنے منظم لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوتے ہیں، اور پتہ بھی نہیں چلتا،

لہٰذا لایعنی امور سے ایسی باتیں مراد ہیں جن سے نہ کوئی فائدہ ہو اور نہ نقصان، نہ فرد کو اور نہ امّت کو، جن امور سے نفع نقصان متعلق ہیں وہ "یعنی" ہیں، اگر تم پڑوسی کا مکان جلتا دیکھو تو یہ نہیں کہہ سکتے، مجھے کیا اگر اس کا مکان نذرِ آتش ہو رہا ہے ۱۲ منہ

حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ ، | جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے کرتا ہو۔[۱]

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے ،

۸۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا | حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بیشک اللہ پاکیزہ ہے، اور پاکیزہ کو قبول فرماتا ہے، اور اللہ نے

---

[۱] کیونکہ دین نے کسی ایک شخص کو دعوت نہیں دی، اور نہ ہی وہ کسی فرد واحد کا حصہ ہے، دین کی نظر میں سب مسلمان برابر ہیں، اگر کوئی شخص اپنے ساتھی کو محبوب نہیں رکھتا یا تو دنیا کی وجہ سے تو اس نے دنیا کو دین پر ترجیح دی، یا دین کی وجہ سے، تو بھی اس کو اس پر راضی نہ ہونا چاہئے، بلکہ اپنے بھائی سے دینی خرابی کے ازالہ کی کوشش کرنا چاہئے، اور اس کی خرابی پر خاموش نہ ہونا چاہئے، تمام مسلمان ایک جسم کی طرح ہیں، محبت کا نہ ہونا افتراق کی نشانی ہے، اور افتراق ہلاکی اور ختم ہو جانے کا پیش خیمہ ہے، گویا اس نے اپنے بھائی سے محبت نہ رکھ کر دین کو مٹانے کی سعی کی، یہ ایمان کے منافی ہے، مصنفؒ نے اربعین میں ذکر کیا ہے کہ محبت مسلمان و کافر دونوں کیلئے ہے۔ کافر کے لئے یہ بات محبوب رکھے کہ وہ اسلام میں داخل ہو جائے، اور مسلمان کیلئے یہ محبوب رکھے کہ وہ ایمان پر مستقیم رہے، اسی لئے کافر کے لئے ہدایت کی دعا مستحب ہے، محبت سے مراد خیر اور نفع کا ارادہ ہے، اور محبت دینی مراد ہے، محبت بشری مراد نہیں، کیونکہ انسانی طبیعتیں یہ پسند نہیں کرتیں کہ دوسروں کو وہی کچھ ملے جو انہیں مل رہا ہے، لیکن انسان کے لئے لازمی ہے کہ وہ انسانی طبیعت کے خلاف کرے، اور دوسروں کیلئے بھی وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے، اور دوسروں کے واسطے دعا بھی کرے ۱۲ منہ

طَيِّبًا وَاَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا اَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَالَ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيْلُ السَّفَرَ اَشْعَثَ اَغْبَرَ يَمُدُّ يَدَهٗ اِلَى السَّمَآءِ يَارَبِّ يَارَبِّ وَمَطْعَمُهٗ حَرَامٌ وَمَشْرَبُهٗ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهٗ

مسلمانوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے، اس نے فرمایا ہے اے پیغمبرو پاکیزہ کھاؤ، پھر آپ نے ایسے آدمی کا ذکر کیا جو دور دراز کے سفر پر ہو آشفتہ حال، غبار آلود پراگندہ ہو اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگے، اے میرے رب اے میرے رب، حالانکہ اس کا کھانا، اس کا پینا، اس کا لباس،

ل۱؎ جب کہ جسم حرام سے پُر ہے تو دعا کہاں قبول ہو، یہ نص صریح ہے اس بات میں کہ تقویٰ لباس میں نہیں ہے کہ جو شخص بھی میلا کچیلا اور زاہدانہ لباس پہن لے وہ رجل صالح ہو جائے، آدمی کا میزانِ شریعت میں تولنا ضروری ہے، اگر اس میزان پر پورا اترتا ہے تو وہی حقیقت میں صالح ہے، خواہ پُرانا پھٹا لباس پہن لے یا نیا اور عمدہ، اگر اس میزان میں پورا نہیں ہے تو بدبخت ہے، خواہ اس کا لباس اولیاء اللہ کا سا ہو، کیونکہ بعض لوگ دنیا میں زہد کی خاطر پراگندہ لباس پہنتے ہیں، اور بعض لوگوں کو دھوکہ دینے اور ان کے اموال کو غصب کرنے کے لئے، اور بعض اچھا لباس پہنتے ہیں اللہ کی نعمت کے اظہار اور شکرانہ کے لئے، اور بعض کبر و غرور کے لئے عمدہ لباس استعمال کرتے ہیں،

ان تمام باتوں کا مدار پہلی حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ پر ہے، اور صحیح میزان اتباع و عدم اتباعِ شریعت پر ہے، ۱۲ منہ

حَرَامٌ وَغُذِّیَ بِالْحَرَامِ فَاَنّٰی یُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ، | اور غذا سب حرام سے ہے، ایسے لوگوں کی دعاء کہاں قبول ہو؟

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے،

۹۔ حدیث لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ[1] | نہ کسی کو فائدہ کیلئے تکلیف دو اور نہ بلا فائدہ۔

امام مالکؒ نے اس کو مرسلاً نقل کیا ہے، دار قطنی اور دوسرے حضرات کے مختلف طریقوں سے متصل کیا ہے، حدیث حسن ہے،

۱۰۔ عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ | حضرت تمیم داریؓ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دین نصیحت کا نام ہے[2]۔ ہم نے عرض

---

[1] یعنی انسان نہ کسی کو اپنے فائدے کی خاطر نقصان پہونچائے اور نہ بغیر فائدے کے، دونوں مذموم ہیں، شریعت نے تمہارے لئے کوئی ایسا فائدہ جائز نہیں رکھا جس میں دوسرے کا نقصان ہو، نہایہ میں ہے (لاضرر) یعنی آدمی اپنے بھائی کو اس طرح کا نقصان نہ پہونچائے کہ اس کا حق مارلے، اور (لاضرار) کا مطلب ہے کہ نقصان کا بدلہ نقصان سے نہ دے۔ (مختصر) دوسرے معنی میں اللہ تعالےٰ کے قول کی طرف اشارہ ہے (اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ الخ)

[2] اللہ کے لئے نصیحت کا مطلب ہے عبادت میں اخلاص، اس کی ذات وصفات میں شریک کا انکار، الحاد کا چھوڑ دینا، اللہ تعالیٰ کو نقص وعیب سے پاک سمجھنا، اس کی اطاعت کا بجالانا، اور اس پر لوگوں کو ابھارنا، گناہوں سے بچنا، اور دوسروں کو بچانے کی فکر کرنا، اللہ ہی کے لئے محبت ودشمنی رکھنا،

رسولؐ کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تصدیق کی جائے اور اُن کی شریعت

(باقی بر صفحہ ۴۶)

قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ	کیا کس کے لئے ؟ فرمایا اللہ اور اس
وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ	کے رسولؐ کے لئے اور ائمہ مسلمین کیلئے
(رواہ مسلم)	اور عام لوگوں کے لئے۔

اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے،

۱۱- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی	حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
عَنْهُ اَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی	انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا	سنا فرماتے تھے جس چیز سے میں
نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا	تمہیں منع کروں اُس سے رُک جاؤ،
اَمَرْتُکُمْ بِهٖ فَافْعَلُوْا مِنْهُ	اور جس بات کا حکم کروں اُسے بقدر
مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّمَا هَلَكَ	وسعت بجالاؤ، تم سے پہلی
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ بِکَثْرَةِ	قومیں اپنے نبیوں پر اختلاف
مَسَائِلِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ	اور زیادہ پوچھ گچھ کی وجہ سے

(بقیہ صفحہ ۴۵) پر ایمان لائے، اُن کی دعوت کو پھیلائے، سنت کو زندہ کرے، بدعت کو مٹائے، ان جیسے اخلاق و آداب اختیار کرے، اُن کے آل و اصحاب سے محبت رکھے،

ائمہ مسلمین کے لئے نصیحت کا مطلب یہ ہے کہ حق پر اُن کی مدد کرے، اور حق میں اُن کی اطاعت کرے، اور انھیں حق کا حکم کرے، اور حق کے ساتھ منع کرے اور حق اُن کو یاد دلاتا رہے، جن باتوں سے غافل ہو جائیں اُن کی نشان دہی کرے، اور اُن کی بے جا خوشامد اور مدح سرائی نہ کرے کہ دھوکہ میں مبتلا ہو جائیں،

(ماخوذ از اربعین نووی)

عَلٰی اَنْبِیَاءِ ھِمْ — ہلاک ہوئی ہیں[۱] "

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے،

۱۲ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر پوچھا

---

[۱] کثرتِ سوال، اختلاف و جھگڑے کا سبب ہے، اور یہ بات جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا تھا واقع ہو چکی ہے، مسائل اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ بعید از عقل افکار و خیالات کتابوں میں لکھے جاتے ہیں، اور وقت کا بڑا حصہ ان کی تدریس و تحقیق میں ضائع کیا جاتا ہے، حالانکہ اس قسم کے فرضی مسائل کا عادۃً پیش آنا محال ہوتا ہے، جیسے یہ لوگ کہا کرتے ہیں "اگر بیل نے گائے سے ملاپ کیا، اور اس کے نتیجہ میں انسان پیدا ہوا جس کو ہم نے قرآن پڑھایا، اور وہ عید کے دن ہمارا خطیب بنا تو اس کی قربانی جائز ہے "

مسلمانوں میں باہمی اختلاف اور سب و تزاع اس درجہ پہونچ گیا ہے کہ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں اور آپس میں تعصب رکھتے ہیں، کاش! کہ وہ یہ تعصب اور قوت کفار کے خلاف استعمال کرتے جنھوں نے اختلاف کی آگ کو بھڑکایا ہے، اور ملکوں پر قابض اور مسلمانوں کو غلام بنالیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ۱۲ منہ

[۲] زہد فی الدنیا سے یہ مراد نہیں ہے کہ سب اعمال کو بالائے طاق رکھدے، اور دنیا سے بایں طور کنارہ کشی کرلے کہ حیوانات سے مشابہ ہو جائے، اور صدقات و خیرات کا محتاج ہو جائے، ایسا کرنا مکروہ ہوگا نہ کہ محبوب، مقصود یہ ہے کہ دنیا کی محبت دل سے نکل جائے، اور حقوق کی ادائیگی بجالائے نہ بخل کرے اور نہ اسراف، میانہ روی اور اعتدال بھی وہ صفت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تعریف کی ہے، وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا،

فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنِیْ
عَلٰی عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُہٗ اَحَبَّنِیَ
اللّٰہُ وَاَحَبَّنِیَ النَّاسُ فَقَالَ
اِزْھَدْ فِی الدُّنْیَا یُحِبُّکَ
اللّٰہُ وَازْھَدْ فِیْمَا عِنْدَ النَّاسِ
یُحِبُّکَ النَّاسُ،

اے اللہ کے رسولؐ مجھے ایسا عمل بتایئے
جس کے کرنے سے مجھے اللہ بھی محبوب
رکھے اور بندے بھی پسند کریں، آپؐ
نے فرمایا دنیا میں زُھد اختیار کر، اللہ تجھ
کو محبوب رکھے گا، اور جو کچھ لوگوں کے پاس
ہو اس سے بے نیاز ہو لوگ بھی تجھے محبوب رکھیں گے

حدیث حسن ہے، ابن ماجہ نے اس کو روایت کیا ہے،

۱۳- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ
تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَحِلُّ
دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ یَشْھَدُ اَنْ لَّا
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ
اِلَّا بِاِحْدٰی ثَلَاثٍ اَلثَّیِّبُ
الزَّانِیْ وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ
وَالتَّارِکُ لِدِیْنِہِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَۃِ،

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کسی مسلمان کا جو کلمۂ شہادت کی
گواہی دیتا ہو خون جائز نہیں مگر تین باتوں
کی وجہ سے شادی شدہ زانی اور جان
کے بدلہ جان، اور دین وجماعت
کا چھوڑنے والا۔

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے،

۱۴- عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ رَضِیَ
اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال

قال اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ عَصِمُوْا مِنِّیْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی،

کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیا کریں، اگر وہ ایسا کریں گے تو اُن کی جان، مال مجھ سے محفوظ ہو مگر اسلام[1] کے حق کے ساتھ، اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے"

اس حدیث کی صحت پر بھی اتفاق ہے،

---

[1] یعنی حقوقِ اسلام میں اگر کمی ہوگی تو باز پرس حدود کے مطابق ہوگی، اور بات جان تک بھی پہنچے گی، جب کہ مسلمانوں پر اس کا ضرر واقع ہوگا، اور جو باتیں دل وضمیر نے چھپا رکھی ہیں ان کا حساب اللہ کے یہاں ہوگا،

جہاں تک منافقین کے مسئلہ کا تعلق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن میں سے کسی کو قتل نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کوئی ایسی صریح بات ظاہر نہیں کی، وہ تاویلات کے پردے میں بات کرتے تھے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ،

لیکن جب انہی منافقین نے مسجد ضرار بنانے اور اپنی جماعت کو تشکیل دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر تنبیہ کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے ڈھانے کا حکم دیا، اور اس دھوکہ کی صورت نے منافقین کو کوئی فائدہ نہیں دیا، اور حفاظتِ اسلام اس کو منہدم کرنیکی شکل میں ظاہر ہوئی، محض دعوے اور خیر سے محبت کا گمان کوئی نفع نہیں دیتا،

اگر منافقین مسجد میں موجود رہتے تو مسجد انہی پر گرادی جاتی، لیکن وہ بھاگ گئے اور ان کا

(باقی برصفحہ ۵۰)

۱۵۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

"حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا"

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے،

۱۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹) حفاظت مسجد کے سلسلہ میں دعوائے اخلاص کام نہ آیا، جس سے انھوں نے رضائے الٰہی کا ارادہ نہ کیا تھا، اصل مقصود اسلام اور مسلمانوں کا فائدہ ہے جس حالت اور جس شکل میں بھی ہو،

[1] اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے، میں نہیں جانتا ایسے شخص کے بارے میں کیا کہا جائے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو اور اس بنیاد میں سے کسی چیز پر بھی اس نے عمل نہیں کیا، کیا وہ اسلام کے ساتھ مذاق اور اس سے محض فائدے بٹورنا چاہتا ہے، اس حدیث کو دوسری حدیث سے کس قدر مناسبت ہے جس میں آپؐ نے فرمایا ہے "اگر دعووں پر لوگوں کو دیا جانے لگے تو ہر ایک دعویٰ کرے" یہ حالت ہمارے زمانہ میں ہے، اکثر مسلمانوں کے پاس دعویٔ شہادت کے علاوہ اور کوئی عمل نہیں ہے اور دعوائے شہادت بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے اِذَا جَاءَکَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْہَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ الخ دعوائے اسلام پر دلیل ضروری ہے، اور وہ عمل اور مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق کام کرنا ہے ۱۲ منہ

عَنۡهُمَا اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوۡ يُعۡطَی النَّاسُ	فرمایا اگر لوگوں کو اُن کے دعوے
بِدَعۡوَاهُمۡ لَادَّعٰی رِجَالٌ	کے مطابق دیا جانے لگے تو لوگ
اَمۡوَالَ قَوۡمٍ وَدِمَاءَهُمۡ وَلٰكِنَّ	دوسروں کے جان و مال کا مطالبہ
الۡبَيِّنَةُ عَلَی الۡمُدَّعِیۡ وَالۡيَمِيۡنُ	کرنے لگیں گے، شہادت مدعی کے ذمہ
عَلٰی مَنۡ اَنۡكَرَ،	ہے، اور قسم مدعا علیہ پر ہے "

ان الفاظ کے ساتھ بھی یہ حدیث آئی ہے، اور اس کا بعض حصہ صحیحین میں بھی ہے،

۱۷۔ عَنۡ وَابِصَةَ بۡنِ مَعۡبَدٍ رَضِیَ اللّٰهُ	"حضرت وابصہؓ بن معبدؓ سے روایت
تَعَالٰی عَنۡهُ اَنَّهٗ اَتٰی رَسُوۡلَ اللّٰهِ	ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهٗ	کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؐ نے
جِئۡتَ تَسۡأَلُ عَنِ الۡبِرِّ وَالۡاِثۡمِ	ارشاد فرمایا، تم نیکی اور گناہ کی حقیقت
قَالَ قُلۡتُ نَعَمۡ قَالَ اِسۡتَفۡتِ	پوچھنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں'
قَلۡبَكَ اَلۡبِرُّ مَا اطۡمَاَنَّتۡ اِلَيۡهِ	ارشاد فرمایا اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ
النَّفۡسُ وَاطۡمَاَنَّ اِلَيۡهِ الۡقَلۡبُ	ہے جس پر نفس و دل مطمئن ہو، اور گناہ
وَالۡاِثۡمُ مَا حَاكَ فِی النَّفۡسِ	وہ ہے جو دل میں کھٹکے اور جس پر قلب متردد
وَتَرَدَّدَ فِی النَّفۡسِ وَاِنۡ اَفۡتَاكَ	ہو، اگرچہ لوگ فتویٰ دیتے رہیں "
النَّاسُ وَاَفۡتَوۡكَ وَفِیۡ رِوَايَةٍ	اور ایک روایت میں ہے " اگرچہ
وَاِنۡ اَفۡتَاكَ الۡمُفۡتُوۡنَ،	فتویٰ دینے والے فتویٰ دیں "

یہ حدیث حسن ہے، احمد بن حنبل اور دارمی وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے، اور صحیح مسلم

میں نواس بن سمعان سے اس طرح مروی ہے :۔

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهْتَ اَنْ يَّطَّلِعَ عَلَيْهِ النَّاسُ،

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا، نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے، اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تم اس پر لوگوں کے مطلع ہونے کو برا سمجھو۔"

۱۸۔ عَنْ شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ وَاِذَا ذَبَحْتُمْ فَاَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ وَلْيُحِدَّ اَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيْحَتَهُ۔

"حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ نے ہر چیز میں احسان کو رکھا ہے، حتیٰ کہ جب تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، اور جب ذبح کرو وہ بھی اچھی طرح کرو، اور اپنی چھری کو تیز کرلو، اور ذبیحہ کو آرام دو۔"

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے، قتلۃ اور ذبحۃ پہلے حرف کے زبر کے ساتھ ہیں،

۱۹۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ

خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ ۔

اچھی[لہ] بات کہے ورنہ چپ رہے، اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ مہمان کی عزت کرے ''

اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے،

لہ خیر کی بات کہنا یا خاموش رہنا؛ امام شافعیؒ فرماتے ہیں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب بات کرے تو خوب سوچ کر کرے، اگر کوئی نقصان معلوم نہ ہو تو کرے ورنہ خاموش رہے، قشیریؒ فرماتے ہیں خموشی کے وقت چپ رہنا مردوں کی صفت ہے جیسا کہ گفتگو کے وقت بولنا عمدہ عادتوں میں سے ہے، دقاق کہتے ہیں جو شخص حق بات کہنے سے چپ رہے وہ گونگا شیطان ہے،

پڑوسی کے ساتھ اکرام؛ چونکہ پہلا تعارف قریبی پڑوسی سے ہوتا ہے، اس لئے اس کا اکرام کرنیکو کہا گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں وصیت کی ہے، پڑوسی کو چھوڑ کر دوسرے کے اکرام کرنیکا مطلب یہ ہے کہ اس کی نیت اچھی نہیں ہے، اس لئے کہ اس عمل سے یہی شبہ ہوتا ہے، بلکہ یہ دلیل ہے نیت کے اچھا نہ ہونے کی، پڑوسی کا اکرام دوسرے کی تعظیم کا پیش خیمہ ہے، جو شخص پڑوسی کے اکرام پر قادر ہوگا وہ دور والوں کا اکرام بھی کرسکے گا، آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کی وہ عادت ڈال لے، اسی طرح ہر پڑوسی دوسرے کی عزت کرے گا، تو یہ بات عام ہو جائے گی،

مہمان کی تعظیم؛ شریعت نے تیسرے مرتبہ کو بتلایا، پہلے زبان سے قولِ حق کہنا، پھر پڑوسی کے حق کی ادائیگی، تیسرے مہمان کی عزت، اس سے بتلانا یہ ہے کہ تمام مسلمان ایک ہی خاندان کے فرد کی طرح ہیں، پڑوسی اور مسافر (مہمان) کے درمیان کوئی فرق نہیں، ۱۲ منہ

۲۰۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ ،

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، مجھے وصیت کیجئے، ارشاد فرمایا غصّہ[1] نہ کیا کرو، اس نے کئی مرتبہ پوچھا آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا غصّہ نہ کیا کرو۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب میں اس کو روایت کیا ہے ،

۲۱۔ عَنْ اَبِیْ ثَعْلَبَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَیِّعُوْھَا وَحَدَّ حُدُوْدًا فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَحَرَّمَ اَشْیَاءَ فَلَا تَنْتَھِکُوْھَا

حضرت ابو ثعلبہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر کیے ہیں اُن کو ضائع نہ کرو اور کچھ حدیں مقرر کی ہیں انھیں پار نہ کرو، اور کچھ چیزیں حرام کی ہیں انھیں نہ توڑو،

---

[1] غصہ مت کیا کرو ؛ کیونکہ غصّہ جنون ہی کی ایک قسم ہے، اور انسان سے ایسی حالت میں صادر ہوتا ہے جس پر انسان سکون کی حالت میں راضی نہیں ہوتا، غصّہ کی حالت میں انسان سے وہ تخریب عمل میں آتی ہے جو برسوں کی تعمیر کو ختم کر دیتی ہے، تخریب تعمیر سے آسان ہوتی ہے، لہذا شریعت نے بار بار غصہ کرنے کی ممانعت کرکے محافظتِ اعمال کی تاکید کی، یہ بھی اعمال پر اُبھارنے کی ایک قسم ہے، اگر تم غصہ کرکے اعمال کو اکارت کرتے رہے تو کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور وقت پر خالی ہاتھ رہجاؤگے، شریعت کا مقصود یہ ہے کہ ہر حالت میں اپنی عقل کے مالک اور حواس کے محافظ رہو، تاکہ جو نیک کام دنیا میں کرلئے ہیں وہ باقی رہیں ۱۲ منہ

وَسَكَتَ عَنْ أَشْيَاءَ رَحْمَةً لَكُمْ فَلَا تَبْحَثُوا عَنْهَا، — اور کچھ چیزوں سے تمھارے اوپر مہربانی کی خاطر خاموشی اختیار کی ہو انکی جستجو نہ کرو"

دارقطنی نے اس کو سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے،

۲۲- عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَمُعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَىٰ عَنْهُمَا عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اتَّقِ — حضرت ابوذرؓ اور معاذؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے

لے یعنی تمھاری پوشیدہ حالت اور علانیہ حالت میں کوئی فرق نہ ہونا چاہئے، تاکہ اخلاص باقی رہے، اللہ تعالیٰ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں وہ ہر حالت سے باخبر ہے، گھر میں بھی تمھاری عبادت ایسے ہی ذوق وشوق سے ہونی چاہئے جیسے بیت اللہ میں، اور یہ اس لئے کہ تمھارے ایمان کی قوت معلوم ہو کہ امکنہ کے لحاظ سے تمھاری عبادت میں فرق نہیں پڑتا، اور تمھاری عبادت ریا، وشہرت کے لئے نہیں ہے، لہٰذا لوگوں کی موجودگی وعدم موجودگی تمھاری نظر میں برابر ہے، بُرائی کے پیچھے بھلائی کروگے تو وہ بُرائی کو مٹادے گی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ

لوگوں سے اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو، کیونکہ یہ تمام فضیلتوں کی بنیاد ہے، اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عمدہ خصلت پر تعریف کی ہے وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ، کیونکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ عادت رکھی ہے کہ سب کو ایک دوسرے کا محتاج بنایا ہے، بُرے اخلاق سے آدمی تنہا رہ جاتا ہے اور تعلیم اسلامی پر عمل نہ کرکے زندگی کی کوئی عیش نہیں مل سکتی، شریعت نے تو اجتماعیت کی یہانتک تعلیم دی ہے کہ ہر روز پانچ مرتبہ سب کو جمع کیا ہے، چونکہ انتشار وافتراق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریب ہی زمانہ میں پیش آنیوالا تھا تو آپ نے اچھے اخلاق کی تاکید کی، تاکہ مسلمانوں کا کلمہ مجتمع رہے، اور غلط ہاتھ انمیں اختلاف نہ ڈال سکیں، اچھے اخلاق کے اتنے فائدے ہیں کہ یہ کتاب ان کی وسعت نہیں رکھتی، قرآن کریم

[illegible] ۱۲ منہ

اللہَ حَیْثُمَا کُنْتَ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ،

ڈرتے رہو، اور برائی کے پیچھے بھلائی کرو تو وہ اُسے مٹادے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے ملا کرو۔"

ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے، اور کہا ہے حدیث حسن ہے، اور ترمذی کے بعض معتمد نسخوں میں حسن صحیح آیا ہے،

۲۳- عَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ اَخْبِرْنِیْ بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِیْ مِنَ النَّارِ قَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ عَنْ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللہُ تَعَالٰی تَعْبُدُ اللہَ وَلَا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلٰوۃَ وَتُؤْتِی الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمُ رَمَضَانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَدُلُّکَ عَلٰی اَبْوَابِ الْخَیْرِ اَلصَّوْمُ جُنَّۃٌ وَالصَّدَقَۃُ تُطْفِئُ الْخَطِیْئَۃَ کَمَا یُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ وَصَلٰوۃُ الرَّجُلِ فِیْ جَوْفِ

حضرت معاذؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ مجھے ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت میں لے جائے، اور دوزخ سے دور کردے آپ نے ارشاد فرمایا تو نے بڑی بات کا سوال کیا ہے، اور یہ اُسی پر آسان ہے جس کے لئے اللہ آسان کرے، اللہ کی بندگی کر، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر، نماز کو قائم رکھ، زکوٰۃ دیا کر، اور رمضان کے روزے رکھا کر اور حج کیا کر، پھر فرمایا کیا میں تجھے نیکیوں کے اصول نہ بتلادوں، روزہ ڈھال ہے، اور صدقہ گناہ کو ایسے مٹادیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھادیتا ہے اور آدمی کی نماز آدھی رات کو، پھر آپ نے

اللَّیْلِ ثُمَّ تَلَا تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ حَتّٰی بَلَغَ یَعْمَلُوْنَ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِرَأْسِ الْاَمْرِ وَعَمُوْدِہٖ وَذُرْوَۃِ سِنَامِہٖ

یہ آیت تلاوت کی، تتجافی جنوبھم، یعملون تک، پھر فرمایا کیا میں تجھے اصل بات ستون اور سب سے بلند چیز نہ بتلاؤں وہ جہاد ہے[له]، پھر فرمایا کیا میں تجھے

له جہاد کو حدیث میں تمام اعمال کی بنیاد اور ستون کہا گیا ہے، اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے قوت و شوکت قائم ہوتی ہے، اور امن کی حفاظت ہوتی ہے، اور امن کے سایہ میں احکام الٰہی کا نفاذ ہوتا ہے، اور خدا کی بندگی بلا روک ٹوک ہونے لگتی ہے، جہاد کا چھوڑ دینا دشمن کے آگے عجز و غلامی کی دلیل ہے، جہاد کے بغیر اسلام ایسی حالت میں ہوتا ہے جیسے خیمہ بیچ کی لکڑی کے بغیر، نہ تو استعمال کے قابل ہوتا ہے اور نہ ہی اس سے مطلوبہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، اگر عبادت کی آزادی غیر مسلموں کی طرف سے بطور رعایت مل جائے تو اس میں کیا فائدہ ہے، اس میں تو خود دشمن کے امر کا استعمال شرط ہے، یہ جملہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوامع الکلم سے ہے۔

زبان کو روکو" زبان کی حفاظت کے لئے کہا، اس لئے کہ وہ دل کی ترجمان ہے، اور ہو سکتا ہے ایسی بات زبان سے نکل جائے جس کا تم اعتقاد نہیں رکھتے، لیکن معاملہ الفاظ میں رہے گا، بعد کی معذرت حدود میں تو کام آسکتی ہے، لیکن جو شکوک و شبہات الفاظ سے پیدا ہو جائیں گے، وہ تمھاری معذرت سے دور نہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے محض تصور اور قلبی ارادۂ برائی کو معاف کیا ہے جب تک اس کو عمل میں نہ لائے، اور یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے، اگر زبان سے برائی کو ظاہر نہ کرے تو آدمی برائی سے پاک رہے، جس شخص نے اس انعام سے بھی فائدہ نہ اٹھایا ظاہر ہے اس کا انجام وہی ہوگا جو حدیث میں بیان کیا گیا ۱۲ منہ

زبان کی برائی

الْجِهَادُ ثُمَّ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكَ
بِمَلَاكِ ذٰلِكَ كُلِّهٖ قُلْتُ بَلٰى
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَاَخَذَ
بِلِسَانِهٖ قَالَ كُفَّ عَلَيْكَ
هٰذَا فَقُلْتُ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وَاِنَّا
لَمُؤَاخَذُوْنَ بِمَا نَتَكَلَّمُ بِهٖ
فَقَالَ ثَكِلَتْكَ اُمُّكَ وَهَلْ
يَكُبُّ النَّاسَ فِي النَّارِ عَلٰى
وُجُوْهِهِمْ اَوْ عَلٰى مَنَاخِرِهِمْ
اِلَّا حَصَائِدُ اَلْسِنَتِهِمْ،

اُن سب کی جڑ بنیاد نہ بتلا دوں؟
میں نے عرض کیا بیشک اے اللہ کے
رسولؐ، فرماتے ہیں اس پر آپؐ نے
اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا اسے روکو،
میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبیؐ! کیا
ہماری بات چیت پر بھی پکڑ ہونیوالی ہے؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا تیری ماں تجھکو
روئے، اور کیا آدمی دوزخ میں اپنے
چہروں یا حلقوم کے بل جھونکے جائیں گے
مگر اپنی زبان کی کارکردگی کے باعث،

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اور حسن صحیح کہا ہے، (ذروۃ السنام) سے مراد کوہان کی بلندی ہے، یہ لفظ ذال کے پیش اور سین کے زیر کے ساتھ ہے،

۲۴- عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ ؓ
قَالَ وَعَظَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْعِظَةً
وَجِلَتْ مِنْهَا الْقُلُوْبُ وَذَرَفَتْ
مِنْهَا الْعُيُوْنُ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ
اللّٰهِ كَاَنَّهَا مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ
فَاَوْصِنَا قَالَ اُوْصِيْكُمْ

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت
ہو کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایسا وعظ کہا جس سے دل
ڈر گئے اور آنکھیں بہہ پڑیں، ہم نے
عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ، یہ تو
رخصت کرنے والے کی نصیحت معلوم
ہوتی ہے، لہذا ہمیں وصیت کیجئے، فرمایا

بِتَقْوَى اللهِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَاِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ وَّاِنَّهٗ مَنْ يَّعِشْ مِنْكُمْ فَسَيَرٰى اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ مِنْ بَعْدِي الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ،

میں تمھیں تقویٰ اور سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں، اگرچہ تم پر کسی غلام کو حاکم بنا دیا جائے، اور جو تم میں سے زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا، میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں تھامے رہنا، اور مضبوطی سے پکڑ لینا، اور نئے نئے کاموں سے بچنا کیونکہ ہر نیا کام گمراہی ہے۔"

ابو داؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے، ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

۲۵- عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَاِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللهَ وَ

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا، آپ نے فرمایا اے لڑکے میں تجھے چند کلمات سکھاتا ہوں ان کو یاد رکھ [illegible] یاد رکھ اُسے اپنا مددگار پائے گا، جب سوال کرو تو اللہ سے سوال کرو، اور جب مدد چاہو تو اللہ سے مدد طلب کرو،[1]

---

[1] "جب سوال کرو تو اللہ سے کرو" اس لئے کہ عزتِ اسلام غیر خالق کی منّت پذیری سے مانع ہے، اگر کسی کو انسانیت سے اعلیٰ وارفع سمجھ کر مانگو گے تو یہ توحید کے خلاف ہے، ورنہ انسانیت میں سب برابر ہیں "اللہ سے مدد طلب کرو" یعنی نفع نقصان کا مالک سمجھ کر، ورنہ اعمال میں ایک دوسرے کی مدد صحیح ہے، تعاونوا علی البر والتقوٰی، مائدہ ۱۲ منہ

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ	
وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْاُمَّۃَ لَوِ اجْتَمَعَتْ	اور یاد رکھو اگر سب لوگ تمھیں نفع
عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْکَ	پہونچانے پر آجائیں تو سوائے اس نفع
اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَ اللّٰہُ لَکَ وَ	کے جو اللہ نے تمھارے لئے مقدر کر دیا ہے
اِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْکَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْکَ	نفع نہیں پہونچا سکتے، اور اگر نقصان
اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ کَتَبَہُ اللّٰہُ لَکَ	پہنچانا چاہیں تو سوائے اس نقصان کے
رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ	جو اللہ نے تمھارے لئے لکھدیا ہے نقصان
الصُّحُفُ،	نہیں پہونچا سکتے، قلم اٹھالئے گئے اور
	صحیفے خشک ہو چکے ۔"

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اور حسن صحیح کہا ہے، دوسری روایتوں میں اس طرح کے الفاظ ہیں،

اِحْفَظِ اللّٰہَ تَجِدْہُ اَمَامَکَ	"اللہ کو یاد رکھ اپنے سامنے پائے گا، اللہ
تَعَرَّفْ اِلَی اللّٰہِ فِی الرَّخَاءِ	کو آسانی میں پہچان، وہ سختی میں تجھے
یَعْرِفْکَ فِی الشِّدَّۃِ وَاعْلَمْ	پہچانے گا، اور یاد رکھ جو چیز تجھے نہیں
اَنَّ مَا اَخْطَاَکَ لَمْ یَکُنْ	پہونچی ہے، وہ تجھے پہونچنے والی نہ تھی،
لِیُصِیْبَکَ وَمَا اَصَابَکَ لَمْ	اور جو پہونچ گئی ہے وہ تجھ سے خطا
یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ،	کرنے والی نہ تھی،
وَفِیْ اٰخِرِہٖ، وَاعْلَمْ اَنَّ النَّصْرَ	اور اس روایت کے اخیر میں ہے:-
مَعَ الصَّبْرِ وَالْفَرَجَ مَعَ	اور یاد رکھ، مدد صبر کے ساتھ ہے
الْکَرْبِ وَاَنَّ مَعَ الْعُسْرِ	اور کشادگی تکلیف کے ساتھ، اور ہر

یُسۡرًا ، تنگی کے بعد فراخی ہے۔[۱]"

۲۶۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی وہ روایت ہے جو انھوں نے اپنے والد حضرت عمر بن خطابؓ سے ایمان بالقدر، ایمان واسلام، احسان اور علاماتِ قیامت کے بارے میں روایت کی ہے،

یہ تمام حدیثیں وہ ہیں جو شیخ ابوعمرو بن صلاح رحمہ اللہ نے بیان کی ہیں، مزید حدیثیں جو اس کے ہم معنی ہیں یہ ہیں :۔

۲۷۔ عَنۡ سُفۡيَانَ بۡنِ عَبۡدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنۡهُ قَالَ قُلۡتُ يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ قُلۡ لِيۡ فِي الۡاِسۡلَامِ قَوۡلًا لَا اَسۡأَلُ عَنۡهُ اَحَدًا غَيۡرَكَ قَالَ قُلۡ اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسۡتَقِمۡ ،

حضرت سفیان بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلائیے کہ آپ کے بعد کسی سے پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے، ارشاد فرمایا آمَنۡتُ بِاللّٰهِ کہو اور اس پر مضبوطی سے جم جاؤ "

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے،

۲۸۔ عَنۡ اَبِيۡ مَسۡعُوۡدِ الۡبَدۡرِيِّ عُقۡبَةَ حضرت ابومسعود بدریؓ سے روایت ہے[۲]

---

[۱] دین کا ایک اہم اصول ہے جسے لوگوں نے چھوڑ دیا ہے، تنگی کے وقت میں مایوس نہ ہونا چاہئے، اور یہ آیت پیش نظر رہنی چاہئے (اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا) (فَاِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡغَالِبُوۡنَ) ۱۲ منہ

[۲] یعنی جب اللہ ورسولؐ کی شرم نہ ہو تو جو دل میں آئے عمل کرو، یہ بات تہدید کے طور پر ہے، یعنی جو جی چاہے کرو، آنا ہمارے ہی پاس ہے، جو کچھ کروگے جلد ہی دیکھ لوگے، انھا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات یأت بھا اللہ ، ۱۲ منہ

بْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ
النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
اِذَا لَمْ تَسْتَحِیِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
جب حیا و شرم نہ ہو تو جو دل چاہی کرو"
(بخاری نے اس کو روایت کیا ہی)

۲۹۔ عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ
رَجُلًا سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ
عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَرَاَیْتَ
اِذَا صَلَّیْتُ الصَّلٰوٰتِ الْخَمْسَ
الْمَکْتُوْبَاتِ وَصُمْتُ رَمَضَانَ
وَحَلَّلْتُ الْحَلَالَ وَحَرَّمْتُ
الْحَرَامَ وَلَمْ اَزِدْ عَلٰی ذٰلِكَ
شَیْئًا اَدْخُلُ الْجَنَّۃَ، قَالَ
نَعَمْ،
اس کو مسلم نے روایت کیا ہے،

"حضرت جابرؓ سے روایت ہی کہ ایک
شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا، اگر میں پانچوں وقت کی فرض
نماز پڑھوں، اور رمضان کے روزے
رکھوں، اور حلال کو حلال اور
حرام کو حرام رکھوں اور اس پر کسی عمل کا
اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں
داخل ہوں گا؟ آپ کا کیا خیال ہی؟ آپنے
ارشاد فرمایا ہاں" (یعنی تم جنت میں داخل ہوگے)

فصل اخلاص کی حقیقت

اخلاص کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الخ

اور حدیث شریف میں آیا ہے :-

وَرُوِيْنَا عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاِخْلَاصِ مَا هُوَ فَقَالَ سَأَلْتُ جِبْرِيْلَ عَنِ الْاِخْلَاصِ مَا هُوَ فَقَالَ سَأَلْتُ رَبَّ الْعِزَّةِ عَنِ الْاِخْلَاصِ مَا هُوَ فَقَالَ سِرٌّ مِّنْ اَسْرَارِيْ اَوْدَعْتُهُ قَلْبَ مَنْ اَحْبَبْتُ مِنْ عِبَادِيْ۔

"اور ہمارے سے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی گئی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اخلاص کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا میں نے جبرئیل ؑ سے پوچھا تھا اخلاص کیا ہے؟ جبرئیل ؑ نے کہا میں نے اس بارے میں رب العزت سے سوال کیا تھا کہ اخلاص کیا ہے؟ رب العزت نے ارشاد فرمایا میرے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے جو میں نے اپنے پسندیدہ بندوں کے دلوں میں رکھا ہے۔"

اور امام ابو القاسم قشیری کے بارے میں ہم سے بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے فرمایا طاعت کو قصد و ارادہ کے ساتھ حق کے لئے خاص کرنا اخلاص ہے، بندی کو طاعت سے سوائے تقرب الٰہی کے اور کوئی غرض نہ ہو، مخلوق کے لئے یا اُن کی

خوشنودی اور تعریف حاصل کرنے کے لئے طاعت نہ کرے، نیز یہ بھی ان کی طرف منسوب ہو کہ بندوں کے دکھلاوے سے عمل کو پاک کر لینے کا نام اخلاص ہے،

اور استاد ابو علی دقاقؒ سے منقول ہے کہ اخلاص لوگوں کے دکھلاوے سے عمل کو پاک کرنے کا نام ہے، اور صدق و تقویٰ عمل کو نفس کے دکھلاوے سے پاک کرنا ہے، اخلاص میں ریاء نہیں ہوتا،

ابو یعقوب سوسیؒ سے منقول ہے کہ جب لوگ اپنے اخلاص کو کچھ سمجھنے لگیں تو ان کا اخلاص بھی اخلاص کا محتاج ہے،

اور سید جلیل ذوالنون مصریؒ سے منقول ہے کہ اخلاص کی تین نشانیاں ہیں، مخلص کی نظر میں عام آدمیوں کی طرف سے تعریف و برائی یکساں ہو جائے، اور اعمال کو اعمال سمجھنا بھول جائے، اور عمل کے بدلہ کا آخرت میں طلبگار ہو جائے،

اور ابو عثمان مغربیؒ سے منقول ہے کہ اخلاص، خالق پر ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے مخلوق کی نظروں کو بھلا دینے کا نام ہے،

اور حذیفہ مرعشیؒ سے منقول ہے کہ اخلاص، بندہ کے اعمال کا ظاہر و باطن میں یکساں ہو جانے کا نام ہے،

اور سید محترم فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے کہ لوگوں کی خاطر عمل کا چھوڑنا ریاء ہے، اور لوگوں کی خاطر کسی کام کا کرنا شرک ہے، اور اخلاص ان دونوں سے بچنے کا نام ہے۔

اور سید محترم ابو محمد سہیل بن عبداللہ تستریؒ سے منقول ہے کہ اُن سے پوچھا گیا کونسا عمل نفس پر زیادہ بھاری ہے؟ فرمایا، اخلاص، کیونکہ اس میں نفس کا کوئی حصہ نہیں ہے،

اور یوسف بن حسین ؒ سے منقول ہے دنیا میں سب سے زیادہ نادر چیز اخلاص ہے، اور ابو عثمان مغربی ؒ سے منقول ہے کہ عوام کا اخلاص یہ ہے کہ نفس کا اس کام میں کوئی حصہ نہ ہو، اور خواص کا اخلاص یہ ہے کہ وہ اُن پر حاوی ہوجاتا ہے ان کے ساتھ نہیں ہوتا، ان سے عبادات انجام پاتی ہیں، لیکن انھیں اخلاص کی فکر نہیں ہوتی، اور نہ وہ اس پر نظر رکھتے ہیں، اور نہ اس کی کچھ تیاری کرتے ہیں (مجسمۂ اخلاص بن جاتے ہیں)۔

اور سید محترم امام تابعی مکحول رضی اللہ عنہ سے منقول ہے جس شخص نے چالیس روز تک اخلاص کے ساتھ نیکیوں کو انجام دیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر جاری ہوجاتے ہیں،

اور سہل تستری ؒ سے منقول ہے جس شخص نے دنیا میں صدق دل سے اخلاص کے ساتھ زہد اختیار کیا تو اس سے کرامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں، اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ اپنے زہد میں سچا نہیں ہے، سہیل ؒ سے پوچھا گیا کرامتیں کیسے ظاہر ہونے لگتی ہیں، فرمایا جو کچھ اور جہاں سے اور جیسے چاہے حاصل کرنے لگتا ہے[۱]،

سہل تستری ؒ سے منقول ہے عقلمندوں نے اخلاص کی حقیقت میں غور کیا تو یہی معلوم ہوا کہ آدمی کی حرکت اور سکون پوشیدہ اور علانیہ اکیلے اللہ کے لئے ہو، اس میں کسی دوسری چیز خواہش، نفس، اور دنیا کی ملاوٹ نہ ہو،

---

[۱] مجھے نہیں معلوم کہ کیا ایسے حضرات عصمت کے درجہ کو پہونچ جاتے ہیں کہ مباح کے علاوہ سوال ہی نہیں کرتے، یہ انبیاء کا خاصہ ہے، یا پھر اُن کے لئے ہر چیز حلال ہوجاتی ہے، یہ کرامت تو گویا دیانتِ اسلامی کے بھی خلاف ہے، بہرحال یہ دعویٰ اپنے ثبوت میں دلیل وانصاف کا محتاج ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو علامہ جوزیؒ کی کتاب "تلبیس ابلیس" صفحہ ۳۴۱ مطبوعہ ثانیہ ادارۂ منیریہ ، ۱۲ منہ

اور سری رحمہ اللہ نے فرمایا لوگوں کی خاطر نہ کسی کام کو کرو، نہ چھوڑو، اور نہ انکی خاطر کچھ دو، اور نہ ان کی خاطر کسی چیز کا اظہار کرو،

صدق کی حقیقت

صدق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ط — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ[1]۔

استاذ قشیریؒ سے منقول ہے کہ صدق دین کا ستون ہے، اسی سے دین کی تکمیل ہوتی ہے، اور اسی سے دین کا نظام قائم رہتا ہے، اور سب سے کم درجہ صدق کا یہ ہو کہ پوشیدہ اور علانیہ یکساں ہو جائے،

اور سہل رحمہ اللہ سے منقول ہے اس شخص کو صدق کی بُو بھی نہیں مل سکتی جس نے اپنے آپ کو یا غیر کو دھوکہ دیا،

ذوالنونؒ سے منقول ہے صدق اللہ کی تلوار ہے جس پر رکھی جائے کاٹ دے،

اور سید محترم امام عارف حارث محاسبی سے منقول ہے کہ صادق وہ ہے جو اپنے اصلاحِ حال کی فکر میں اس کی بھی پرواہ نہ کرے کہ لوگوں کے دل سے اس کی قدر و منزلت

---

[1] "سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" اس لئے کہ ہمنشین کا صحبت میں بڑا دخل ہوتا ہے، خیر و شر دونوں کا اثر ہوتا ہے، آدمی اپنے ہمنشین کی باتیں ضرور اختیار کرتا ہے، خواہ ارادہ کے ساتھ یا بلا ارادہ، مشہور شعر ہے ؎ عن المرء لا تسئل واسئل عن قرینہ ؛ فکل قرین بالمقارن یقتدی، جو شخص تہذیب نفس کا طالب ہو اسے چاہئے کہ کاملین کی صحبت میں رہے کیونکہ افعال کی تاثیر علم سے قوی ہوتی ہے ۱۲ منہ

جاتی رہے گی، اور اپنے بڑے سے بڑے نیکی کے کام پر لوگوں کے مطلع ہونے کو اچھا نہ سمجھے اور بُری بات پر لوگوں کے مطلع ہونے کو بُرا نہ سمجھے، اگر بُرا سمجھے گا تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ اچھائی میں زیادتی کو اچھا سمجھتا ہے، اور یہ صدیقین کا اخلاص نہیں ہے، اور کہا گیا ہے جب تم اللہ سے صدق طلب کروگے تو وہ تمھیں ایسا آئینہ عطا فرمائے گا جس میں تم دنیا و آخرت کے عجائبات دیکھ سکوگے،

اور سید محترم ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ صادق کی حالت دن میں چالیس مرتبہ بدلتی ہے، اور ریا کار چالیس برس ایک ہی حالت پر رہتا ہے،

میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ صادق حق پر جیسے بھی وہ ہو دائر رہتا ہو جب وہ کسی عمل میں فضیلت کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ اس کی عادت کے خلاف ہو مگر اس کو شروع کرلیتا ہے، اور جب اس سے بھی افضل سامنے آتا ہے اور دونوں کا جمع کرنا ممکن نہیں ہوتا تو افضل ہی کو وہ اپنا عمل بنالیتا ہے، اور اس کا یہی معمول بن جاتا ہی، یہاں تک کہ ایک روز میں سو مرتبہ یا ہزار مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ اس کی حالت میں تغیر ہوتا ہے، جیسا معارفِ الٰہی، ظہورِ دقائق و لطائف میں اس کا مرتبہ ہو اسی کے لحاظ سے یہ تغیر ناگزیر ہے)

ریا کار ایک ہی حالت پر جما رہتا ہے، اگرچہ شرعی لحاظ سے دوسری حالت بہتر سامنے آجائے، لیکن وہ اس کو اختیار نہیں کرتا، بلکہ اپنی پہلی حالت پر برقرار رہتا ہو کیونکہ وہ اپنی حالت اور عبادت میں ریا کار ہے، مخلوق سے ڈرتا ہے کہ کہیں تبدیلِ حالت سے ان کا اعتقاد ختم نہ ہوجائے، اس لئے پہلی حالت کا نگراں بنا رہتا ہے،

اور صادق کی غرض چونکہ اپنی عبادت سے رضاءِ الٰہی ہوتی ہے، اس لئے اس

کی شریعت پر نظر رہتی ہے، جیسے ہی دوسرا حکم سامنے آیا اس کی حالت مخلوق پر توجّہ کئے بغیر بدل جاتی ہے، اس مقولہ کی تفصیل میں نے اپنی کتاب شرح مہذّب کی ابتداء میں کی ہے، دلائل کو بھی ذکر کیا ہے اور مثالوں سے بات کو واضح کر دیا ہے، جو کچھ میں نے یہاں ذکر کیا وہ اصل مقصود ہے، اس لئے اسی پر اکتفاء کیا، واللہ اعلم،

اخلاص نیت پر بحث

جاننا چاہیئے جو شخص نیکی کا کام کرنا چاہے اگرچہ کم ہو، مناسب ہو کہ نیت کو پیشِ نظر رکھے، نیت سے مراد یہ ہے کہ اپنے عمل سے رضاءِ الٰہی کا طلب گار ہو، اور یہ نیت عمل خیر شروع کرتے وقت ہونی چاہیئے،

اس حکم میں تمام عبادات جیسے نماز، روزہ، وضو، تیمم، اعتکاف، حج، زکوٰۃ، صدقہ، حوائج ضروریہ کا پورا کرنا، مریض کی عیادت، جنازہ کی مشایعت، سلام کرنا سلام کا جواب دینا، چھینکنے والے کا جواب دینا، منکر کو منع کرنا، معروف کا حکم کرنا، دعوت کا قبول کرنا، علم کی مجلس میں حاضر ہونا، ذکر الٰہی کرنا، نیک لوگوں سے ملاقات کرنا، اہل وعیال پر اور مہمان پر خرچ کرنا، دوست احباب اور رشتہ داروں کی عزت کرنا، علم کا مذاکرہ اور مناظرہ کرنا، تعلیم دینا، تعلیم حاصل کرنا، علم کا مطالعہ کرنا، لکھنا، تصنیف وتالیف کرنا، فتویٰ دینا،

اور اسی قسم کے دوسرے اعمالِ خیر سب اس حکم میں داخل ہیں، یہاں تک کہ کھانا اور پینا اور سونا اس میں بھی طاعتِ الٰہی پر قوت اور بدن کے نشاط کی نیت کرے، بیوی سے صحبت کے وقت بھی ولد صالح اور عورت کے حق کی ادائیگی کا ارادہ کرے،

اور اپنے نفس کی عفت اور حرام کی جانب التفاتِ فکر سے بچنے کا ارادہ رکھے،

جو شخص ان تمام اعمالِ خیر میں نیت سے محروم رہا وہ بہت بڑی خیر سے محروم رہا، اور جس کو اس کی توفیق ہوئی وہ بڑی نعمت سے نوازا گیا، ہم اللہ کریم سے اس کی توفیق اور تمام نیکیوں کے بارے میں ایسی ہی توفیق کا سوال کرتے ہیں،

جہاں تک اس بات کے دلائل کا تعلق ہے تو وہی ہے جو ہم نے پہلے حدیث نبویؐ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ الخ میں ذکر کیا ہے، علماءِ لغت واصول اور فقہ نے کہا ہے کہ لفظ اِنَّمَا حصر کے لئے آتا ہے، اپنے مابعد کو ثابت کرتا ہے، اور بقیہ کی نفی کرتا ہے، پہلے باب میں ہم اس کو بیان کر چکے ہیں،

منقول ہے کہ ابو یحییٰ حبیب بن ثابت تابعی جو اہلِ کوفہ کے مفتی اور ان کے معتمد علیہ تھے، ان سے پوچھا گیا کہ ہمیں سب سے مشکل چیز بتلائیے، تو انھوں نے فرمایا نیت کی درستگی،

سفیان ثوریؒ سے منقول ہے کہ سب سے زیادہ دشواری مجھے نیت میں پیش آئی،[1]

یزید بن ہارون رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حدیث میں نیت کا ذکر اس کے شرف کی وجہ سے ہے،

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آدمی کی حفاظت بقدر نیت کے ہوتی ہے، اور دوسرے حضرات سے منقول ہے لوگوں کو نیتوں کے بقدر دیا جاتا ہے،

---

[1] نیت سے محض مقصد مراد نہیں ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعمال کو خالص کرنے میں مشقت برداشت کی کہ وہ صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو جائیں، دوسری کوئی غرض اعمالِ خیر میں موجود نہ رہے، اور ظاہر باطن ایک ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک مرتبۂ قبول حاصل ہو یہ ساری جدوجہد اسی لئے ہے ۱۲ منہ

اور امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے مجھے پسند ہو کہ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھ لیں، اور میری طرف کوئی بات منسوب نہ ہو، نیز امام شافعیؒ نے فرمایا ہے میں نے کسی سے مناظرہ غلبہ حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا، بلکہ مجھے محبوب ہو کہ مناظرہ کے وقت فریق ثانی کی طرف سے حق ظاہر ہو جائے نیز آپ ہی سے منقول ہے کہ میں نے جس سے بھی گفتگو کی یہی پسند کیا، کہ فریق ثانی کو ہدایت و توفیق دی جائے، اور اس کی مدد کی جائے، اور اللہ کی جانب سے اس کی حفاظت و نگرانی ہو، اور امام ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہؒ سے منقول ہے اپنے علم سے ذات حق کی نیت کرو، میں جس مجلس میں تواضع کی نیت سے بیٹھا تو اُٹھنے سے پیشتر ہی لوگوں پر بلند رہا، اور جس مجلس میں بلندی کی خاطر بیٹھا اُٹھنے سے پیشتر ہی رسوا ہوا،

فصل، نیّت کی فضیلت اور اس کا ثمرہ

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی کَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّیِّئَاتِ فَمَنْ ھَمَّ بِحَسَنَۃٍ فَلَمْ یَعْمَلْھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عِنْدَہٗ حَسَنَۃً کَامِلَۃً وَاِنْ ھَمَّ بِھَا فَعَمِلَھَا کَتَبَھَا اللّٰہُ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰی سَبْعِمِائَۃِ ضِعْفٍ اِلٰی اَضْعَافٍ کَثِیْرَۃٍ،	بیشک اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کو لکھ دیا ہے، جس شخص نے نیکی کا ارادہ کیا اور پھر اس کو نہ کیا اللہ تعالیٰ اس ارادہ کے بدلہ کامل نیکی اپنے پاس لکھ لیتا ہے اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا پھر اس کو کر بھی لیا اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ دس نیکیاں لکھ لیتا ہے سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ ؛

اور صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے بارے میں جو خانۂ کعبہ پر حملہ آور ہوگا ارشاد فرمایا۔

يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ فَقَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللهُ تَعَالَىٰ عَنْهَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ وَآخِرِهِمْ وَفِيهِمْ أَشْرَافُ وَمَنْ لَيْسَ مِنْهُمْ فَقَالَ يُخْسَفُ بِأَوَّلِهِمْ ثُمَّ يُبْعَثُونَ عَلَىٰ نِيَّاتِهِمْ

"ان کا اگلا اور پچھلا حصہ دھنسا دیا جائے گا حضرت عائشہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ ان کا اگلا اور پچھلا کیونکر دھنسا دیا جائے گا، جب کہ ان میں دیندار اور وہ بھی ہوں گے جو اپنی مرضی سے نہ آئے ہوں گے آپؐ نے ارشاد فرمایا اس وقت تو پورا لشکر دھنسا دیا جائے گا، لیکن پھر اپنی نیتوں کے موافق اٹھائے جائیں گے۔"

اور صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ۔

"فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں، لیکن جہاد اور نیت ہے"

میں کہتا ہوں ہمارے اصحاب اور دوسرے علماء نے حدیث لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ کے مختلف معنی بتائے ہیں،

بعضوں نے کہا اب مکہ سے ہجرت باقی نہیں رہی، اس لئے کہ وہ دارالاسلام ہوگیا، بعض نے کہا فتح مکہ کے بعد ہجرت کی پہلی سی فضیلت باقی نہیں رہی، لیکن دارکفر سے ہجرت اب بھی واجب ہے، جب کہ ہجرت کی قدرت ہو اور دار کفر میں دینِ اسلام کے اظہار پر قدرت نہ رہے، اگر دین کے اظہار پر قدرت ہو تو پھر دارِ کفر

سے ہجرت مستحب ہے، واللہ اعلم،

اور سید محترم ابو میسرہ عمر بن شرحبیل تابعی کوفی ہمدانی دمیم کے سکون اور دال مہملہ کے ساتھ، سے منقول ہے کہ جب وہ اپنا روزینہ لیتے تو اس میں سے کچھ صدقہ کر دیتے، جب گھر پہونچتے شمار کرتے تو پورا پاتے، انھوں نے اپنے بھتیجے سے کہا تم ایسا نہیں کرتے، بھتیجے نے جواب دیا اگر ہمارے روزینہ میں کمی نہ ہو تو ہم بھی ایسا ہی کریں، ابو میسرہ نے کہا میں نے تو اپنے پروردگار سے یہ شرط نہیں لگائی،

اور ہمارے امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ نے فرمایا" دنیا و آخرت کی بھلائی پانچ باتوں میں ہے، نفس کا غنی ہونا، تکلیف دہی سے رُکنا، حلال روزی، لباس تقویٰ اور ہر حال میں اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھنا،

اور سید محترم حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ سے منقول ہے، اور آپ کا شمار ابدال میں ہے، جس شخص نے حدیث غیر اللہ کے لئے طلب کی حدیث نے اس کے ساتھ مکر کیا[1]،

اور سید محترم احمد بن ابی حواری نے اپنی تصنیف کتاب الزھد میں فرمایا۔
"اور میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب سے چند نفیس باتیں نقل کروں گا، ابھی تک مجھے اس

---

[1] علم کو شیر سے تشبیہ دی گئی ہے، اور حدیث جو خلاصۂ علم ہے اس کو اچک لینے والا شیر کہا گیا ہے، اور اس شیر پر غلبہ پانے کی اللہ کی مدد اور تقویٰ و حسن نیت کے علاوہ کوئی سبیل نہیں ہے، اسی صورت میں یہ شیر زیرنگیں ہو سکتا ہے، اور اس شیر پر غلبہ پانے کے بعد بھی ہوشیاری و بیداری کی ضرورت ہے، اس لئے کہ ذرا غفلت ہوئی اور مارے گئے،

یہی مطلب ہے حماد بن سلمہ کے قول کا کہ حدیث جب غیر اللہ کے لئے طلب کی جائے تو وہ اپنے ساتھی کے ساتھ مکر کرتی ہے ۱۲ منہ

کتاب کی سند نہیں مل سکی، لیکن میرے پاس اس تصنیف کا عمدہ محقق نسخہ موجود ہے، بعض اہل علم و خبر نے مجھے بتلایا ہے کہ وہ (امام) دارقطنی کے قلم سے ہے، ہم سے اسحٰق بن خلف نے بواسطہ حفص بن غیاث نقل کیا کہ عبدالرحمٰن بن الاسودؒ بغیر نیت کے کھانا بھی نہیں کھاتے تھے (فرماتے ہیں) میں نے اسحٰق سے پوچھا کھانے میں کیا نیت؟ انھوں نے فرمایا کھانا کھا کر نماز پڑھتے، جب نماز سے تھک جاتے تو مختصر پڑھتے، تاکہ نشاط رہے، جب مختصر پڑھتے تو کمزور پڑ جاتے، لہذا کھانا کھاتے تاکہ نماز پر قوت رہے، تو ان کا کھانا اور نہ کھانا نماز کے لئے ہوتا،

(ریحف) کے معنی نشاط، سہولت اور درازی کے ہیں، (حواری) رآء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہے، کسرہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، فتحہ کے ساتھ کئی مرتبہ میں نے اپنے شیخ حافظ ابی البقاء سے سُنا ہے، وہ اس لغت کو ثقہ لوگوں سے نقل کرتے تھے، واللہ تعالیٰ اعلم

نیز احمد بن حواری ابو سلیمان دارانی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے اللہ سے اپنے دلوں کے ساتھ معاملہ کرو، یعنی اپنے قلوب کو پاک وصاف اور مہذب بناؤ، اور اعمال ظاہری میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑو، (دارانی) دوسرے الف کے بعد نون کے ساتھ ہے، بعضوں نے بجائے نون کے ہمزہ کے ساتھ کہا ہے، نون کے ساتھ زیادہ مشہور اور مستعمل ہے، اور ہمزہ کے ساتھ اصل سے زیادہ قریب ہے، یہ دارنا کی طرف منسوب ہے جو دمشق کے قریب ایک بڑی اور نفیس بستی ہے،

ابو سلیمان بڑے اولیاء اللہ میں سے صاحب کرامت وحال اور صاحبِ حکمت تھے، آپ کا نام عبدالرحمٰن بن احمد بن عطیہ ہے، میں انشاء اللہ عنقریب ان کی چند نادر باتیں ذکر کروں گا، اور وہ قرب وجوار دمشق کے متاخرین میں سے ہیں، فرماتے

ہیں کسی نے صرف نماز و روزہ کی زیادتی سے اس چیز کو نہیں پایا جو اس کے پاس ہے، مگر سخاوتِ نفس، سلامتِ طبع اور امت کی نصیحت کے ذریعہ سے[1]،

ہمارے امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جس شخص کی خواہش ہو کہ اللہ بھلائی کے ساتھ اس کا فیصلہ کرے، اُسے چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ اچھا گمان رکھے،

ہمیں شیخ امام حافظ ابوالبقاء نے خبر دی بواسطہ حافظ عبدالغنی بواسطہ ابوطاہر سلفی، بواسطہ ابو محمد عبدالرحمٰن بن احمد دونیؒ بواسطہ ابوحسن علی بن محمد اسدآبادیؒ بواسطہ علی بن حسین بن علی بواسطہ ابومنصور یحییٰ بن احمد مروزی، بواسطہ احمد بن منصور بواسطہ ابوطاہر محمد بن حسین بن میمون، بواسطہ ابوموسیٰ ہارون بن موسیٰ بواسطہ ابوحاتم محمد بن ادریس فرماتے ہیں! "میں نے ابو قبیصہ سے سُنا کہ انھوں نے سفیان ثوریؒ کو خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا

---

[1] اصل میں نماز ہی بندہ کو اخلاق حمیدہ پر اُبھارتی اور اخلاق مذمومہ سے روکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ، تمہارے دل میں یہ سوال پیدا نہ ہونا چاہئے کہ بہت سے آدمی ہیں جو نماز نہیں پڑھتے لیکن سخاوتِ نفس، سلامتی طبع اور امت کیلئے نصیحت ان میں پائی جاتی ہے، تو جاننا چاہئے اور خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے ہے، کہ ان پر اثر قائم کیا جاسکے یا اس لئے ہے کہ ان سے مدح و ثنا کا مستحق بنے، اگر خدا کی رضامندی غرض ہوتی تو اس کی اطاعت بھی کرتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا، اور آدمی کا عمل اللہ کیلئے ہوتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، کیونکہ اللہ کی رضا اطاعت کو چھوڑ کر حاصل نہیں ہو سکتی، یا دنیا کیلئے ہے، تو یہ سخا نہیں ہے، اس کی مثال صیاد کی سی ہے، کہ شکار کو پھانسنے کے لئے لقمہ لگاتا ہے، یا کوئی بھی غرض نہیں ہے، تو یہ بے مقصد کام ہے، جو کسی مدح و ثنا کا مستحق نہیں، لہٰذا آپ کی مراد زیادتی نماز سے وہی ہے جو اوصافِ حمیدہ پیدا نہ کرے ورنہ نماز تو منبع فضائل ہے، اور کمالاتِ دنیوی و اخروی کا سرچشمہ ہے ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

سفیان ثوریؒ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے :۔

ترجمہ (۱) "میں نے اپنے رب کیطرف (کفاحاً) بغیر حجاب کے نظر کی تو فرمایا اے ابن سعید تجھے میری رضا مبارک ہو

۲۔ بیشک (اظلم اللہ جا) رات کی اندھیریوں میں شوق کے آنسوؤں اور (عمید) دل مشتاق کے ساتھ بہت زیادہ کھڑا ہونے والا تھا"

۳۔ "تیرے سامنے ہے جونسا محل چاہے پسند کرلے، اور میری ملاقات سے شرف اندوز ہو، کیونکہ میں بھی تجھ سے دُور نہیں ہوں"

(سلفی) سین کے کسرہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ ہے، دادا کی طرف نسبت ہے، جنھیں سلفہ کہا جاتا تھا، ان کا ہونٹ پھٹا ہوا تھا، فارسی میں یہ لغت سین کے کسرہ اور لام کے فتحہ کے ساتھ کہا جانے لگا، جس کے معنی تین ہونٹوں والے کے ہیں، پھر عربی بنالی گئی اور سلفہ کہا گیا،

ابو طاہر سلفی اپنے زمانہ کے حفاظِ حدیث میں سے تھے،

(دونی) دال کے ضمہ اور واؤ کے سکون کے ساتھ، دون کی طرف منسوب ہے جو خراسان کا ایک گاؤں ہے، دینور کے پرگنہ میں،

(اسد آبادی) اسد آباد بلیدہ کی طرف منسوب ہے، جو ہمدان سے عراق جاتے ہوئے ایک منزل کے فاصلہ پر واقع ہے، لیکن (ثوری) یہ بنی ثور بن عبد مناف بن اد بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی طرف منسوب ہے،

(کفاحا) کاف کے زیر کے ساتھ ہے، اور اس کے معنی بغیر حجاب اور قاصد کے

دیکھتا ہیں، (اظلم الدجا) سے تاریکی مراد ہے (عمیدؔ) کے معنی عاشقِ صادق کے ہیں، اہل لغت نے کہا ہے کہ عمید وہ دل ہے جسے عشق نے مضطر بنادیا ہو،

ہمیں ہمارے شیخ امام حافظ ابوبقا رحمہ اللہ نے خبر دی بواسطۂ ابومحمد عبدالعزیز بن معالی بواسطۂ قاضی ابوبکر خطیب، بواسطۂ ابوفتح محمد بن احمد بن ابی فوارس بواسطۂ محمد بن احمد وراق، بواسطۂ عبداللہ بن سہل رازی،

یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کتنے ہی استغفار کرنے والے ہیں جن پر غصہ ہے، اور کتنے ہی خاموش ہیں جن پر رحم کیا جارہا ہے، یہ اللہ سے استغفار کررہا ہے لیکن دل بدکار ہے، اور وہ چُپ ہے لیکن دل ذاکر ہے،

علم نافع کی فضیلت

اور خطیب تک سند سے منقول ہے، خطیب فرماتے ہیں ہم سے ابوحسن واعظ نے ابوعبداللہ احمد بن عطاء اذ بادی کا قول نقل کیا، جو شخص علم کی طلب میں نکلے اور اس پر عمل کا بھی ارادہ ہو تو اس کو تھوڑا علم بھی فائدہ پہونچائے گا،

اور ہمیں ہمارے شیخ ابوبقار نے خبر دی بواسطہ ابومحمد بواسطہ ابوبکر بواسطہ خطیب بواسطۂ علی بن محمود صوفی بواسطۂ عبدالوہاب بن حسن کلابی بواسطہ سعید بن عبدالعزیز حلبی، قاسم جوعی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے دین پرہیزگاری کا نام ہے، افضل عبادت رات کا مجاہدہ ہے، اور جنت کا افضل ترین راستہ سلامتِ طبع ہے،

(جوعی) جیم کے ضمہ اور واؤ کے سکون کے ساتھ ہے،

امام حافظ ابوسعید سمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں لکھا ہے قاسم جوعی

صاحبِ کرامات ہیں، اور جوع (بھوک) کی طرف منسوب ہیں، شاید وہ بھوکے زیادہ رہتے تھے۔

ہمیں ہمارے شیخ ابوبقاء نے خبر دی بواسطۂ ابو محمد، بواسطۂ ابوبکر بواسطہ خطیب بواسطہ احمد بن حسین سماک، بواسطہ ابوبکر دقی، ابوبکر زقاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم نے اپنے معاملہ کی بنیاد چار چیزوں پر رکھی ہے، ہم فاقہ کے بعد کھاتے ہیں، اور غلبہ کے بعد سوتے ہیں، اور ڈر سے چپ رہتے ہیں[1]، اور وجد سے بات کرتے ہیں،

(دُقّی) دال کے ضمہ اور قاف مشدد اور یاء کے سکون کے ساتھ ہے، کبار صوفیہ صاحبِ کشف و کرامات میں سے ہیں، ۳۶۰ھ میں وفات پائی،

(زقّاق) زاء کے فتحہ اور قاف کی تشدید کے ساتھ ہے، سمعانی کہتے ہیں یہ زق (مشکیزہ) کی طرف نسبت ہو، جو اُن کا کام اور تجارت تھی، کبار صوفیہ صاحبِ علوم و معارف اور کشف و کرامات میں سے ہیں، زقاق کی نسبت کا خیال کرتے ہوئے سمعانی

---

[1] یعنی جب بات کہی جائے تو مخاطب کی رضامندی یا غصہ کا خیال نہ کیا جائے بلکہ حق بات کہی جائے، اور اس وقت خاموش رہے جب کہ مخاطب کے بہک جانے یا گمراہ ہونے کا ڈر ہو، یا اپنے آپ پر عجب و ریاء کا ڈر ہو، کہ دوسرے کے علاج سے خود بیماری میں مبتلا ہو جائے گا، ڈرنے کے یہی معنی ہیں کہ آدمی گفتگو سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کرے اور شمع کے طریقہ سے ہو جائے، کہ دوسروں کو روشنی پہونچاتی ہے، اور خود جل کر راکھ ہو جاتی ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو بھی فائدہ نہ ہو، اور اس کی گفتگو داوی کی پکار یا راکھ کی پھونک بن کر رہ جائے،

"اور وجد سے بات کرتے ہیں" یعنی جب گفتگو پر مجبور ہو جاتے ہیں تو بقدر ضرورت گفتگو کرتے ہیں اور اس صورت سے کرتے ہیں کہ اپنی گفتگو پر قادر ہوتے ہیں، دوسروں کے مقلد نہیں ہوتے اور اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ دوسرے اثر قبول کرتے ہیں ۱۲ منہ

نے کہا ہر ہر ایک آدمی کا ایک نسب ہوتا ہے، مگر درویش وہ صرف خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں، اور ہر ایک حسب و نسب ختم ہونے والا ہے، مگر درویشوں کا حسب و نسب باقی رہنے والا ہے، کیونکہ ان کا نسب صدق ہے، اور حسب فقر ہے، اور ہمیں امام شافعیؒ کا مقولہ پہونچا ہے جسے بیہقی نے بواسطۂ یونس بن عبداللہ اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا اے ابو موسیٰ! اگر تم لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی پوری کوشش کروگے تب بھی ایسا نہ کرسکوگے، اگر تم سب کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو اللہ کے لئے اپنا عمل اور نیت خالص کرلو۔

نسب الی اللہ

ہمیں ہمارے شیخ ابو بقاء نے خبر دی بواسطۂ ابو محمد، بواسطۂ ابوبکر، بواسطۂ خطیب، بواسطۂ احمد بن حسین واعظ، بواسطۂ ابوبکر طوسی، بواسطہ ابوبکر بن شیبان،

ابو عبداللہ مغربیؒ نے فرمایا "ایسے صوفی سے جو صادق نہ ہو (روزجار) کمہار بہتر ہے[1]،

---

[1] جو شخص کمہار خانہ میں کام کرتا ہے وہ دنیا میں لوگوں کو فائدہ پہونچاتا ہے، اور اگر اس عمل میں نیت اچھی ہو تو آخرت میں بھی فائدہ ہو، اور صوفی جو صادق نہ ہو اس میں کوئی حسن نہیں ہو، کیونکہ آخرت سے دور ہو اور دنیا میں بھی اس سے لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو، بلکہ ان کے لئے نقمت اور بلا ہو، وہ ایک شکاری ہے جو اپنا جال پھیلائے ہوئے اور کانٹا لگائے ہوئے ہے، تاکہ لوگ اس میں پھنسیں، وہ نہ دنیا کمارہا ہو اور نہ دین، خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃ کا مصداق ہو، اور یہی بڑی ناکامی ہے، عبداللہ بن جراد کی حدیث میں ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کیا مؤمن جھوٹ بولتا ہو؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی، اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِآیَاتِ اللّٰہِ، ابن عبدالبرؒ نے اس کو تمہید میں روایت کیا ہے ۱۲منہ

(ردوزجار) رآء کے پیش پھر واؤ ساکن پھر زآء پھر جیم پھر رآء کے ساتھ ہے، کمہار کو کہتے ہیں،

علماء باعمل کے مناقب

ہمیں متعدد سندوں سے یہ خبر ملی ہے کہ مقاتل بن صالح خراسانی حماد بن سلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، گھر میں صرف ایک چٹائی تھی، جس پر حماد بیٹھے ہوئے تھے، اور ایک (مصحف) قرآن جسیں تلاوت کرتے تھے، (جراب) ایک تھیلا جس میں کتابیں تھیں اور (مطہرہ) وضو کا لوٹا، مقاتل کہتے ہیں کہ میں حماد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، تو انھوں نے کسی لڑکی کو آواز دی، اور فرمایا جاؤ باہر دیکھو کون ہے، اس نے آکر کہا، محمد بن سلیمان کا قاصد ہے، آپ نے فرمایا اسے تنہا اندر آنے کو کہو، وہ اندر آیا، سلام کیا، اور ایک خط پیش کیا، آپ نے اسی کو خط پڑھنے کے لئے کہا، خط اس طرح تھا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، محمد بن سلیمان کی طرف سے حماد بن سلمہ کے نام،

حمد وثناء کے بعد، اللہ تمھاری صبح ایسی کرے جیسی اس کے اولیاء اور نیک بندوں کی صبح، ایک مسئلہ درپیش ہے، اس میں ہمیں آپ سے پوچھنا ہے، (فقط)"

حماد نے بچی سے کہا دوات (لاؤ) لاؤ اور اس خط کی پشت پر لکھو،

"اما بعد، تم نے اولیاء اور اہلِ طاعت کو دعا دی ہے، تو ہم نے علماء کو دیکھا ہے کہ وہ کسی کے پاس نہ جاتے تھے، اگر کوئی مسئلہ درپیش ہے تو ہمارے پاس آؤ، اور جو دل چاہے دریافت کرو، اگر آنا ہو تو تنہا آؤ، سواروں

اور لوگوں کو ساتھ مت لانا ورنہ نہ میں تم کو نصیحت کروں گا، اور نہ اپنے آپ کو

والسلام "

مقاتل کہتے ہیں کہ میں ابھی حماد کے پاس ہی بیٹھا تھا کہ پھر دروازے پر کھٹکا ہوا، آپ نے بچی سے کہا دیکھو کون ہے، اس نے آکر کہا، محمد بن سلیمان ہیں، آپ نے کہا ان سے کہو تنہا آجائیں، محمد بن سلیمان داخل ہوئے سلام کیا اور سامنے بیٹھ گئے، اور کہنے لگے جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو رعب سے بھر جاتا ہوں، حماد نے کہا میں نے ثابت بنانی سے سُنا ہے وہ حضرت انس بن مالکؓ سے نقل کرتے تھے کہ انھوں نے کہا:۔

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَلْعَالِمُ اِذَا	فرماتے تھے عالم جب اپنے علم سے رضائے الٰہی
اَرَادَ بِعِلْمِهٖ وَجْهَ اللهِ تَعَالٰى هَابَهٗ	کا ارادہ کرے تو ہر چیز اس سے رُعب کھاتی
كُلُّ شَيْءٍ وَّاِذَا اَرَادَ يَكْثُرُ بِهٖ	ہے اور جب اپنے علم سے خزانہ کی زیادتی کا ارادہ
الْكُنُوْزَ هَابَ،	کرے تو وہ خود ہر چیز سے ڈرتا ہے "

اس پر محمد نے کہا اللہ تم پر رحم کرے اس مسئلہ میں آپ کا خیال ہے، ایک شخص کے دو لڑکے ہیں وہ ایک سے زیادہ خوش ہے، اس کی خواہش ہے کہ اپنی زندگی میں تین حصے دولت اس کے نام کردے، آپ نے ارشاد فرمایا نہیں، اللہ تم پر بھی رحم کرے، کیونکہ میں نے ثابت بنانی! انھوں نے انس بن مالک سے سُنا ہے کہ

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ
وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اِذَا	اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کو اس کے مال میں
اَرَادَ اَنْ يُّعَذِّبَ عَبْدًا بِمَالِهٖ وَفَّقَهٗ	عذاب دینا چاہتا ہو تو موت کے وقت غلط
عِنْدَ مَوْتِهٖ لِوَصِيَّةٍ جَائِرَةٍ،	وصیت کی اس کو توفیق دیدیتا ہے "

انھوں نے پوچھا اور کوئی ضرورت؟

آپ نے فرمایا، لاؤ اگر اللہ کے دین میں کوئی مصیبت نہ ہو،

انھوں نے کہا، چالیس لاکھ درہم ہیں، ان سے آپ اپنی حالت درست کریں،

فرمایا، انہی کو دیدو جن پر ظلم کر کے اس پیسہ کو حاصل کیا ہے،

محمد نے کہا، میں آپ کو صرف اسی رقم سے دے رہا ہوں جو مجھے جائز طریقہ سے مل ہے،

آپ نے فرمایا، مجھے ضرورت نہیں، مجھ سے اس کو ہٹالو، اللہ تم سے تمھارے بوجھوں کو ہٹالے گا،

محمد نے پوچھا، اس کے علاوہ کوئی ضرورت؟

آپ نے فرمایا، پوری کرو، جب تک اللہ کے دین میں کوئی مصیبت نہ ہو،

انھوں نے کہا، آپ اِس روپے کو لے لیجئے اور تقسیم کر دیجے"،

حماد بن سلمہ نے فرمایا، اگر میں عدل سے تقسیم کروں تب بھی بعض لوگ جنھیں حصہ نہ ملے گا کہیں گے کہ عدل سے تقسیم نہیں کی، اور گنہگار ہوں گے، اس کو مجھ سے ہٹالو، اللہ تمھارے بوجھوں کو ہٹالے گا"۔

میں کہتا ہوں، یہ حکایت کس قدر نادر ہے، اور اس کے فائدے کس قدر اچھے ہیں، اور کتنی نفیس باتیں ہیں اور کتنے اہم اصول اس میں جمع ہیں جن کے بیان کرنیکی ضرورت نہیں، لیکن چند لغت جو اگرچہ مشہور ہیں لیکن پھر بھی ہم انھیں حفظ ما تقدم کے طور پر بیان کرتے ہیں، (مصحف) میم کے پیش، زیر اور زبر کے ساتھ تینوں لغت ہیں، پیش کے ساتھ زیادہ فصیح ہے، میں نے اس کی تفصیل اور اصول و اشتقاق وضاحت کیساتھ اپنی کتاب "تہذیب الاسماء واللغات"

میں بیان کردی ہے، (جرابٌ) جیم کے زیر اور فتح کے ساتھ ہے، کسرہ کے ساتھ زیادہ بہتر ہے، (مطہرۃ) میم کے کسرہ اور فتحہ کے ساتھ دونوں لغت ہیں، جیسے (ابریق) اور (رکوہ) وغیرہ، جن سے پاکی حاصل کی جاتی ہے، (ہلمّ) کے معنی دینے کے ہیں، دوسری لغت (ہلمّ) ہی، عورت، مرد، تثنیہ اور جمع کے لئے آتا ہے، (ھلمّ) زیادہ فصیح ہے، قرآن کریم میں بھی یہی لغت آئی ہے، (ھلم شھداءکم) اور (ھلم الینا) (ہات) تاء کے کسرہ کے ساتھ بغیر خلاف کے آیا ہے،

ہمیں ہمارے شیخ حافظ ابوبقاء نے خبر دی، بواسطہ حافظ عبدالغنی بواسطہ محمد بن عبدالباقی بواسطہ ابوحسن علی بن محمد خطیب، بواسطہ ابوحسین علی بن محمد بن لبشران، بواسطہ حسین بن صفوان، بواسطہ عبداللہ بن محمد،

ابوعبداللہ تمیمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے حماد بن سلمہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا، تمھارے رب نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

انھوں نے فرمایا، بہتر، انھوں نے پوچھا کیا؟

فرمایا، میرے رب نے کہا، کتنے عرصہ اپنے نفس کو تو نے مشقت میں ڈالا ہے، آج میں تیری راحت کو اور ان لوگوں کی راحت کو بڑھاؤں گا جنھوں نے میری وجہ سے تکلیف اٹھائی ہے، تعجب ہے میں نے کیا کچھ ایسے لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے،

باب ۲ دوم

چند منقول قیمتی باتیں

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا،

"تین باتیں ہیں جن کو کسی نے جمع کر لیا اس نے ایمان کو جمع کر لیا، ۱ اپنے نفس سے انصاف کرنا، ۲ سب کو سلام کرنا، ۳ کمی کے وقت خرچ کرنا"

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمارؓ نے ان کلمات میں دنیا و آخرت کی نیکی کو جمع کر دیا ہے، اور انہی پر اسلام کا مدار ہے، کیونکہ جس شخص نے اپنے نفس سے انصاف کیا، یعنی اللہ کے حق اور بندوں کے حق کو ادا کیا، اور خود نفس کو بھی نصیحت کی اور برائیوں سے باز رکھا، تو وہ بندگی کے کمال کو پہونچ گیا،

اور بذلِ سلام یعنی ہر ایک شخص کو سلام کرنا اور بڑائی و تکبر کو چھوڑ دینا یہ بھی عمدہ اخلاق میں سے ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:۔

وَتَقْرَءِ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ، "ہر شخص کو سلام کیا کرو، خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہ پہچانتے ہو"

اس کی وجہ سے آدمی عداوت، کینہ، حسد، اور لوگوں کو چھوٹا سمجھنے سے محفوظ رہتا ہی[1] اور تنگی کے وقت خرچ کرنا، یہ بھی ایک عمدہ صفت ہی، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی مدح فرمائی ہے، فرمایا:۔

"وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اُن پر تنگی ہو"

یہ خرچ کرنا عام ہے، اہل وعیال پر خرچ کرے، مہمان پر خرچ کرے، سائل کو دے، یا کسی بھی نیکی کے کام میں خرچ کرے، اس میں اللہ تعہ پر اعتماد اور توکّل کے معنی بھی پائے جاتے ہیں، اور اس کی رزق رسانی پر اطمینان اور دنیا میں زھد، اور جمع نہ کرنا اور اس پر فخر و مباہات نہ کرنا، اس کا مفہوم بھی اس کے اندر شامل ہے، اور بھی بہت سی نیکیاں شامل ہیں، لیکن مجھے اس کتاب کو مختصر رکھنا ہے، تاکہ پڑھنے والے کو اُکتاہٹ نہ ہو۔

عِلم نافع کا ثمرہ

بغوی کی شرح السنۃ میں یہ کلمات بواسطۂ عمارؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوئے ہیں، اور صحیح مسلم میں بواسطۂ یحییٰ ابن یحییٰ، عبداللہ بن ابی یحییٰ بن ابی کثیر، حضرت ابی بن کعبؓ سے منقول ہے کہ علم جسمانی راحت کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا، اور صحیح بخاری میں حضرت ربیعہؒ شیخ مالک بن انس سے منقول ہی کہ اُس

---

[1] پھر سلام تعارف کا ذریعہ ہی، جو اہم ارکانِ اسلام میں سے ہے، اور حج کا بھی بڑا فائدہ یہی ہی، جیسا کہ اللہ تعہ نے فرمایا ہی لیشھدوا منافع لھم ؕ ویذکروا اسم اللہ شارع نے ذکر اللہ سے پہلے منافع کو ذکر کیا، اہتمام کی وجہ سے، کیونکہ واؤ مطلق جمع کے لئے ہے حدیث دار قطنی میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جہاں سے اللہ نے شروع کیا ہے وہیں سے شروع کرو ۱۲ منہ

شخص کے لئے مناسب نہیں ہے، جس کے پاس کچھ علم ہو کہ اپنے آپ کو ضائع کردے،

میں کہتا ہوں کہ ربیعہ کے کلام کے دو معنی ہیں، شرح صحیح بخاری میں میں نے انکو تفصیل سے بیان کردیا ہے، لیکن یہاں مختصراً لکھتا ہوں،

پہلے معنی یہ ہیں کہ جس شخص میں نجابت علمی ہو، اور اس نے کچھ حصہ علم حاصل کرلیا ہو اور اس میں بڑھنے کی علامتیں ہوں تو ایسے شخص کے لئے ضروری ہے کہ علم کی تکمیل کرے اور اس کی طلب میں کوتاہی نہ کرے، کہ اس طرح نہ کرنے سے اپنے آپ ہی کو ضائع کردے گا،

دوسرے معنی یہ ہیں جس کو کچھ علم حاصل ہو جائے تو اس کے لئے مناسب ہو کہ لوگوں میں اس کی نشرواشاعت کرے، خالص رضائے الٰہی کے لئے، تاکہ لوگ اس کے علم سے فائدہ اٹھائیں، اور خود اسے بھی فائدہ پہونچے، اور مناسب ہو کہ اس کی اشاعت میں نرمی سے کام لے، اور لوگوں پر اس کا حصول آسان بنائے، تاکہ علم کی نصیحت پوری ہو جائے، اور دین تو نصیحت ہی کا نام ہے،

اصحاب امام شافعیؒ کی ایسے شخص کے بارے میں مختلف آراء ہیں،

کیا ایسے شخص پر علم کی تکمیل واجب ہے، اور اس کا ترک حرام ہے؟ یا صرف فرض اس پر باقی رہتا ہے اور چھوڑنا حرام نہیں ہے، جب کہ دوسرا شخص اس کی ضرورت کو پورا کردے،

دوسری رائے کو اکثر اصحاب شافعیؒ نے اختیار کیا ہے، یہی صحیح و پسندیدہ ہے، حضرت عمر بن خطابؓ اور ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے منقول ہے جس کا چہرہ ہلکا ہوا اس کا علم بھی تھوڑا رہا، اس جملہ کا مطلب یہ ہو جس شخص نے علم کی طلب میں

شرم کی اس کا علم تھوڑا رہا،

اور صحیح بخاری میں حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے علم کو شرمیلا آدمی اور متکبر حاصل نہیں کر سکتا،

صحیح مسلم اور دوسری کتابوں میں حضرت عائشہؓ سے منقول ہے "عمدہ عورتیں انصار کی ہیں، انھیں شرم و حیا، دین میں سمجھ حاصل کرنے سے نہیں روکتی"

اور صحیح بخاری میں حضرت عمرؓ سے منقول ہے: "سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو" مطلب اس کا یہ ہے کہ علم کی پختگی اور اس کی تحصیل میں فکر کرو، جب کہ تمھارا سن جوانی کا ہو، وقت کی فراغت اور دوسری مصروفیات دامنگیر نہ ہوں، جب تمھاری عمر بڑھ جائے گی اور تم سردار بن جاؤ گے تو علم حاصل نہ کر سکو گے، اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ امام شافعیؒ نے فرمایا سردار بننے سے پہلے دین میں سمجھ پیدا کرو، جب سردار بن جاؤ گے تو اس کام کے لئے وقت نہ رہے گا،

ائمہ کے قیمتی اقوال

ہمیں ہمارے شیخ حافظ ابوالبقاء نے خبر دی بواسطہ ابو محمد، بواسطہ ابوبکر، بواسطہ خطیب، بواسطہ ابو محمد اصبہانی،

جعفر خالدی کہتے ہیں میں نے جنید بغدادیؒ سے سنا فرماتے تھے "میں ایسے مقام پر مرنا نہیں چاہتا جہاں لوگ مجھے پہچانتے ہوں، مجھے اپنی رسوائی کا ڈر ہے کہ کبھی زمین مجھے قبول نہ کرے"

اسی سند سے حضرت جنیدؒ نے حضرت سریؒ سے نقل کیا ہے کہ میں دن میں

دو مرتبہ اپنے چہرے کی طرف دیکھتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں میرا چہرہ تو سیاہ نہیں پڑ گیا۔[1]

اسی سند سے خطیب نے بواسطۂ علی بن قاسم، حسین بن ارجک سے نقل کیا ہے کہ خدا کا بہترین عطیہ عقل ہے، اور بدترین مصیبت جہل ہے"

اسی سند سے بواسطۂ عبدالعزیز، بواسطۂ محمد، بواسطۂ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ تلمیذ بشر بن حارث،

بشر بن حارث سے منقول ہے کہ سلف لذت کے لئے نہیں کھاتے تھے، اور تعیش کے لئے نہیں پہنتے تھے، فرمایا، یہی آخرت کا راستہ اور انبیاء وصالحین کا طریقہ ہے، جس نے خیال کیا کہ اس کے علاوہ بھی دوسری راہ ہے وہ مجنون ہے،

اور خطیب تک اسی سند سے (آگے) بواسطۂ عبدالرحمٰن بن محمد نیسابوری، بواسطۂ محمد بن عبداللہ بن بہلول فقیہ، احمد بن علی بن ابی حمیر،

سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں "جس شخص کے دل میں غیراللہ بسا ہو، اس پر یقین کی بُو حرام ہے، اور جس دل میں اللہ کی ناپسندیدہ چیز ہو اس میں اللہ کے نور کا داخلہ حرام ہے"

اور خطیب کی سند سے بواسطۂ ابوحسن احمد بن محمد اہوازی، بواسطۂ ابوعبداللہ محمد بن مخلد عطار بواسطۂ موسیٰ بن ہارون، بواسطہ محمد یعنی ابن نعیم بن ہیصم، بشر

---

[1] میرا گمان نہیں ہے کہ آدمی کا سوءِ ظن اس درجہ پہونچ جائے کہ زمین کے قبول نہ کرنے یا چہرے کے مسخ ہونے سے ڈرے، کیونکہ مسخ وخسف حضورؐ کی بعثت کے بعد کفار تک کے لئے ختم ہو چکا ہے، وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، ۱۲ منہ

بن حارث سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی:
"اے داؤد! میرے اور اپنے درمیان کسی مجنون عالم کو واسطہ نہ بنانا، وہ اپنی حماقت سے تجھے میری محبت کے راستہ سے ہٹا دے گا، یہ میرے بندوں کے راستہ کے ڈاکو ہیں"، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں،

ہمیں ہمارے تین شیوخ نے خبر دی، قاضی امام ابوالفضل عبدالکریم بن قاضی ابی القاسم عبدالصمد بن محمد انصاری اور امام حافظ ابوالبقاء خالد بن یوسف اور شیخ امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالمحسن بن محمد بن منصور انصاری، سب کے سب دمشقی ہیں، بواسطہ شیخ امام ابوالیمن، زید بن حسن کندی، بواسطہ ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاری بواسطہ ابواسحٰق بن عمر بن احمد برمکی، بواسطہ ابومحمد عبداللہ بن ابراہیم بن ناشی، بواسطہ ابومسلم ابراہیم بن عبداللہ کجی بواسطہ محمد بن عبداللہ انصاری بواسطہ سلیمان تیمی، بواسطہ عثمان ہندی، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ انھوں نے فرمایا۔ "لوگ ضعیف پر اللہ کی مدد کو نہیں پہچانتے جب تک وہ خود قوی ہیں"!

اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: "زھد اختیار کرو، کیونکہ زاھد پر زھد دوشیزہ پر زیور سے زیادہ خوب صورت لگتا ہے،

ربیع کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے مجھ سے فرمایا" اے ربیع: لایعنی باتوں سے بچو، کیونکہ جب تم کوئی بات کرو گے تو وہ تمھاری مالک بن جائے گی، اور تم اس کے مالک نہ رہو گے"

مزنی کہتے ہیں میں نے شافعیؒ سے سُنا فرماتے تھے۔ "ہر ایک آدمی کے دوست اور دشمن ہوتے ہیں جب ایسا ضروری ہے تو آدمی کو اہلِ طاعت کے ساتھ ہو جانا چاہئے"

اور حسن بن عمران بن عیینہؒ سے منقول ہے کہ سفیان بن عیینہ نے اپنے آخری حج میں مزدلفہ کے مقام پر ان سے کہا اس مقام پر ستر مرتبہ آچکا ہوں۔ اور ہر مرتبہ یہی دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس مقام پر یہ میرا آخری آنا نہ کرنا، اب میں اللہ سے اپنی اس دعاء کی کثرت پر شرم رکھتا ہوں،

آپ حج سے واپس تشریف لائے اور اسی سال وفات پائی،

بزرگانِ دین کے قیمتی اقوال

ہمیں شیخ امین سید ابو الفضل محمد بن محمد بن تیمی بکری نے جامع دمشق میں خبر دی بواسطہ شیخ ابو حفص عمر بن محمد بن معمر بن طبرزد، بواسطہ حافظ ابو القاسم اسمٰعیل بن احمد بن عمر سمرقندی، بواسطہ عبدالدائم بن حسن ہلالی، بواسطہ عبدالوہاب بن حسن کلابی، بواسطہ محمد بن خریم عقیلی، احمد بن ابی الحواری سے، انھوں نے فرمایا۔

"میں نے خواہش کی کہ ابو سلیمان دارانی کو خواب میں دیکھوں، ایک سال کے بعد مجھے خواب میں اُن کی زیارت ہوئی، میں نے عرض کیا اے استاد! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

انھوں نے فرمایا" اے محمد! ایک روز میں باب صغیر سے آرہا تھا، ایک شیخ کے (ووستی) بوجھ سے گذرا، اور اس میں سے ایک لکڑی اٹھالی، مجھے یاد نہیں کہ اس سے خلال کیا یا پھینک دی، میں ایک سال سے اِس رات تک اسی کے حساب میں ہوں"

میں کہتا ہوں یہ حکایت تقویٰ پر اُبھارنے اور چھوٹے تاوانوں سے بچنے کے تاکید میں کس قدر مؤثر ہے،

(وسق) واؤ کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہے، بوجھ کو کہتے ہیں، (معمّر) پہلے میم کے پیش اور دوسرے میم کے زبر اور تشدید کے ساتھ ہے، (خریم) خاء کے پیش اور راء کے ساتھ ہے، (عقیل) عین کے پیش کے ساتھ ہے،

ہمیں ہمارے شیخ امام صالح حافظ ابو اسحٰق ابراہیم بن عیسیٰ بن یوسف مرادی نے خبر دی بواسطہ شیخ امام ابو حسن بن ہبۃ اللہ حمیری، بواسطہ حافظ ابو طاہر سلفی، بواسطہ امام ابو بکر احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن زنجویہ زنجوی، بواسطہ ابو طالب یحییٰ بن علی اسکری، بواسطہ ابو احمد غطریفی، بواسطہ ابو عباس محمد بن اسحاق سراج،

عبد اللہ بن محمد وراق فتنہ کے زمانہ میں کہا کرتے تھے معروف کا حکم کرو، لوگ آپس میں قتال کرتے تھے، اور وہ کہا کرتے تھے معروف کا حکم کرو، اللہ تمہاری حفاظت کرے، اللہ تمھیں برکت دے، ان سے کہا گیا اسی طرح یہ قتال سے چلے جائیں گے، فرمایا اگر اللہ ان کی حفاظت کرتا تو یہ قتال ہی نہ کرتے،

ہمارے شیخ ابو اسحٰق نے اسی سند سے سراج سے بیان کیا کہ میں نے ابن ابی الدنیا سے سُنا کہ معروف کی مجلس میں کسی نے ایک شخص کی غیبت کی تو انھوں نے فرمایا

"اے فلانے اُس دن کو یاد رکھ جب تیری آنکھوں پر رُوئی رکھی جائے گی"

اور اسی سند سے سراج نے یحیی بن ابی طالب سے بیان کیا ہے کہ میں نے یعقوب بن اخی معروف سے سنا وہ اپنے چچا سے نقل کرتے تھے کہ انھوں نے فرمایا:-

"بے فائدہ باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے رُسوائی ہے"

اور اسی اسناد سے سراج نے علی بن موفق سے نقل کیا ہے کہ معروف اس طرح دعاء مانگا کرتے تھے:- "اے مالک، اے قادر، جس کی کوئی مثال نہیں ہے"

اور اسی اسناد سے غطریفی نے بواسطۂ ابوحسن تاجر بواسطۂ سلمہ بن شبیب علف بن تمیم سے نقل کیا ہے کہ میں نے ابن ادہم کو شام میں دیکھا تو عرض کیا، آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟

انھوں نے فرمایا نہ تو میں جہاد کے لئے آیا ہوں اور نہ سرحدوں کی حفاظت کے لئے، میں تو صرف اس لئے آیا ہوں کہ حلال روزی سے اپنا پیٹ بھر سکوں"

اور یہیں حافظ ابن احمد بن عبداللہ عجلی سے خبر ملی ہے کہ ربعی بن خراش تابعی تھے، ثقہ تھے، کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، ان کے دو بیٹے حجاج کے زمانہ میں خطا کار تھے، حجاج سے کہا گیا کہ ان کے باپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، لہذا ان سے خبر منگائیے،

حجاج نے اُن کے پاس آدمی بھیجے، اور معلوم کرایا کہ تمھارے بیٹے کہاں ہیں؟

انھوں نے فرمایا گھر میں ہیں،

حجاج نے کہا تمھارے سچ کی وجہ سے ہم نے انھیں معاف کیا، حارث بن عزی کہتے ہیں کہ ربیع بن خراش نے نہ ہنسنے کی قسم کھائی جب تک انھیں اپنا ٹھکانا نہ معلوم ہو جائے، اور پوری زندگی نہ ہنسے، مرنے کے بعد ہنسے، اور اُن کے بھائی نے قسم کھائی کہ وہ تا زندگی نہ ہنسیں گے جب تک انھیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں،

حارث کہتے ہیں کہ مجھے اُن کے غسل دینے والے نے خبر دی کہ وہ تختے پر غسل کے درمیان ہنستے رہے، یہاں تک کہ ہم اُن کے غسل سے فارغ ہوئے،

احمد بن عبداللہ سے مروی ہے کہ کوفہ کے قاری حکم بن عتیبہ کے مکان میں

جمع ہوئے اور فیصلہ کیا کہ کوفہ کے سب سے بڑے قاری طلحہ بن مصرف ہیں، جب مصرّف کو یہ خبر ملی تو وہ اعمش کے پاس پڑھنے بیٹھ گئے، تاکہ اُن سے یہ نام جاتا رہے، (عتیبہ) تاء مثناۃ پھر یاء مثناۃ پھر باء موحدہ کے ساتھ ہے، اور (مصرّف) میم کے پیش اور صاد مہملہ کے زبر اور راء مشدّدہ کے زیر کے ساتھ ہے، یہ قول مشہور کے موافق ہے، اور کہا گیا ہے کہ راء کے فتحہ کے ساتھ ہے،

امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ اُبی بن کعبؓ سے کہا گیا اے ابوالمنذر! نصیحت کیجئے فرمایا "بھائیوں سے اُن کے تقویٰ کے بقدر بھائی چارہ رکھو[1]، اور جس شخص کو پسند نہیں کرتے اُس پر زبان نہ کھولو، اور زندہ پر رشک نہ کرو، مگر اُن چیزوں پر جن پر تم مردہ پر رشک کرتے ہو"

اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ فضیل بن عیاض نے فرمایا: "کس قدر آدمی بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں، اور دوسرے اس سے دُور ہیں، لیکن اُن کا ثواب زیادہ ہے"

اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ فضیل نے فرمایا: "داؤد علیہ السلام نے

---

[1] آیت کریمہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ کی طرف اشارہ ہے، یعنی اخوت دینی مراد ہے، اور دینی اخوت کی اصل تقویٰ ہے، جس قدر تقویٰ ہوگا، اسی قدر دینی اخوت شدید ہوگی، اور اسی کے مطابق معاملہ کیا جائیگا، اور بھروسہ رکھا جائے گا، اور جو اس صفت سے محروم ہوں گے، ان سے ایسا معاملہ نہ ہوگا، پھر یہ بھی فرمایا کہ جن لوگوں کو تم پسند نہیں کرتے اُن پر زبان نہ کھولو، یعنی اُن سے گفتگو نہ کرو، اور میلانِ طبع نہ رکھو، کیونکہ جو چیز اُن کو پسند ہو اس میں اذیت اور تکلیف کا باعث بنوگے، اور تمہارے ہاتھ کچھ نہ آئے گا، اور جس طرح مردہ کسی پر حسد نہیں کرتا اسی طرح زندہ کو رہنا چاہیے ۱۲ منہ

اللہ تعالیٰ سے دعاء کی ؛ بار الٰہا! میرے بیٹے کے لئے آپ ویسے ہی ہو جائیں جیسے میری لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کی طرف وحی بھیجی: اے داؤد اپنے بیٹے سے کہو کہ وہ بھی میرے لئے ایسا ہی ہو جائے جیسے تم تھے، میں بھی اس کے لئے ایسا ہی ہو جاؤں گا جیسا تمھارے لئے تھا،

اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ ہشام بن عبد الملک نے ان سے کہا کہ اپنی حاجت مجھ پر پیش کرو، آپ نے فرمایا، میں نے سخی مہربان پر پیش کر دی ہے،

اور رسالہ قشیری میں باب کرامات اولیاء میں منقول ہے کہ جعفر خلدیؒ کے پاس ایک فصؒ، نگینہ تھا، وہ ایک روز دجلہ میں گر پڑا، گم شدہ چیز کے لئے ان کے پاس ایک مجرب دعاء تھی، وہ انھوں نے اس کی واپسی کے لئے کی، تو اس نگینہ کو کاغذوں میں پایا، جن کی ورق گردانی کر رہے تھے،

قشیری کہتے ہیں میں نے ابو حاتم سجستانی سے سُنا، وہ ابو سراج سے نقل کرتے تھے کہ وہ دعاء یہ ہے:۔ یاجامع الناس لیوم لا ریب فیہ اجمع علیٰ ضالتی،

میں کہتا ہوں میں نے بھی اس دعاء کا تجربہ کیا ہے، میں نے بھی اس کو نافع اور گم شدہ چیز کی واپسی کے لئے اکثر اس کو سبب پایا ہے، اور یہ دعا خطا نہیں ہوتی، میں نے اپنے شیخ ابو البقاء سے بھی یہی سُنا ہے، اور سب سے پہلے انھوں نے ہی مجھ کو یہ دعاء بتلائی،

(فصؒ)، فاء کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ ہے، فتحہ زیادہ بہتر ہے،

(خلدیؒ)، خاء کے پیش اور لام کے سکون کے ساتھ ہے، حافظ امام ابوسعید

سمعانی، کتاب الانساب میں فرماتے ہیں، مُخلد بغداد کے ایک محلہ کا نام ہے، صبیح جو حضرت عائشہؓ اور عثمانؓ سے راوی ہیں اسی کی طرف منسوب ہیں، لیکن جعفر بن محمد بن نصر خلدی خواص ابو محمد اس کی طرف منسوب نہیں ہیں، یہ مشائخ صوفیہ میں سے ہیں، صاحب کرامت ہیں، ان کو خلدی اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ایک روز حضرت جنیدؒ کی مجلس میں حاضر تھے، اُن سے کسی نے مسئلہ پوچھا تو جنیدؒ نے اُن کو جواب دینے کے لئے کہا، انھوں نے جواب دیا، تو حضرت جنیدؒ نے پوچھا، تم نے یہ جوابات کہاں سے دیئے؟ انھوں نے فرمایا اپنے دل سے، اسی روز سے اُن کا یہ نام پڑ گیا،

۳۴۸ھ میں وفات پائی، دارقطنی، ابو حفص، شاہین اور دوسرے لوگوں نے ان سے روایت لی ہے، ثقہ تھے، حارث بن اسامہ وغیرہ سے انھوں نے روایت کی ہے،

احمد بن ابی حواری نے کتاب الزھد میں لکھا ہے کہ ہم نے اپنے بعض اصحاب سے سنا، غالباً ابو سلیمان دارانی سے کہ ایک شیطان جس کا نام متقاض ہے بیس برس اس کوشش میں رہتا ہے کہ ابن آدم اپنے پوشیدہ عمل کی لوگوں کو خبر دیدے، تاکہ علانیہ اور پوشیدہ کے درمیان جو ثواب کا فرق ہے وہ ختم ہو جائے[1]،

---

[1] جب شیطان ایسے شخص کے عمل میں حائل نہ ہو سکا اور نہ ہی خراب کر سکا تو اس نے یہ کوشش کی کہ ثواب کم کر دیا جائے، اس لئے کہ ظاہر ہے پوشیدہ نیکی کا ثواب علانیہ نیکی سے بہت زیادہ ہے کیونکہ پوشیدہ میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے، اور یہ انہی عبادتوں میں ہے جنھیں شارع نے علانیہ طور سے مقرر نہیں کیا، جیسے نماز اور زکوٰۃ کہ اس کے پوشیدہ کرنے میں نقصان ہے (باقی بر ص ۹۵)

اور ابراہیم بن سعیدؒ سے منقول ہے کہ میں نے ابی سعد بن ابراہیم سے پوچھا کہ زہری تم سے کس طرح بڑھ گئے؟ فرمایا، زہری مجلس کے شروع میں ہوتے تھے، پیچھے نہ ہوتے (یعنی دیر سے نہ آتے تھے)[1]، پھر مجلس میں کوئی نوجوان، بوڑھا، بوڑھیا نہ رہتی جو اُن سے نہ پوچھتا، پھر انصار کے محلہ میں آتے، وہاں بھی سب لوگ ان سے پوچھتے، پھر وہ ارباب فہم کا رخ کرتے،

حضرت عمر بن خطابؓ کی وصیت

بہترین ادب جو لباس اور کھانے پینے کی طرف توجہ نہ کرنے کے بارے میں ہمیں ملا ہے وہ ہے جو حضرت عمر بن خطابؓ سے منقول ہوا ہے،

ہماری سند سے ابوعوانہ اسرائینی تک اور ان سے بواسطہ ابوجیب مصیصیؒ، بواسطہ حجاج بواسطہ شعبہ بواسطہ قتادہ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۴) یہ اعمال تو علانیہ ہی ہیں تاکہ لوگ پیروی کرسکیں، اور شیطان کو تکلیف پہونچے کہ وہ اس قدر طویل عرصہ ہماری دشمنی میں صبر سے کام لیتا ہے، ہمارے باپ آدم ہی سے وہ ہمارا دشمن ہے، اور تعجب ہے کہ وہ باطل پر ہونے کے باوجود مایوس نہیں ہوتا، کیا ہمارے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم مایوس نہ ہوں جب کہ ہم حق پر ہیں، اور اللہ نے صبر و ثبات کا حکم دیا ہے، اور اس پر اجر جزیل اور کامیابی د توفیق کا وعدہ فرمایا ہے، اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ط

[1] یعنی زہری شغف علم کے باعث سب سے پہلے آتے تھے، لہذا سب سے آگے بیٹھتے تھے، جو لوگ دیر سے آتے وہ پیچھے رہتے اور بہت سے فائدے اُن سے جاتے رہتے، اگر جلدی آتے تو وہی کچھ علم و فضل حاصل کرتے جو زہری نے کیا، ۱۲ منہ

حضرت ابو عثمان نہدیؒ سے منقول ہے کہ ہمارے پاس حضرت عمرؓ کا خط آیا، اور ہم آذر بائیجان میں عتبہ بن فرقد کے ساتھ مقیم تھے،۔

"اما بعد! ازار باندھا کرو، چادریں اوڑھا کرو، چپل پہنا کرو، تیر اندازی کیا کرو، شلواروں کو چھوڑ دو، اپنے باپ اسمٰعیل کے لباس کو اختیار کرو خوش عیشی اور عجمیوں کے لباس سے بچو، دھوپ کھایا کرو، یہ عرب کا حمام ہے سادگی (اخلو تقوا) تواضع اور محنت کی زندگی اختیار کرو، سفر کیا کرو، اور نشانہ باندھا کرو[1]"

---

[1] آج بھی سورج سے علاج تسلیم کرلیا گیا ہے، اور اطباء اس کی نصیحت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ حضرت عمرؓ سے راضی ہو انھوں نے اس وصیت میں علم و حکمت، طب و مصلحت، سیاست اور فنونِ جنگ کی تعلیم کو جمع کر دیا ہے لباس اسمٰعیلؑ کی وصیت کی، کیونکہ وہ کشادہ اور کھلا ہوا ہوتا ہے جو صحت کے لئے مفید ہے، ہوا اور سورج کا گذر ہو سکتا ہے، جس سے اس کی حرارت بدن کو پہونچتی ہے، اور تا کہ امتِ عربی کی رسوم محفوظ رہیں، پھر عجمی لباس کی ممانعت فرمائی، اگرچہ آپ کا پہلا جملہ اس کے لئے کافی تھا، لیکن مزید تاکید اور اپنی اس خواہش کی بنا، پر کہ وہ رسومات ملکی جو شریعت سے متعارض نہیں ہیں باقی رہیں،

گویا حضرت عمرؓ غیبی بصیرت سے دیکھ رہے تھے کہ غیروں کا لباس ہمارے لئے وجہ فخر بن جائے گا، یہاں تک کہ بعض حکومتیں انگریزی لباس اختیار کرنے پر لوگوں کو مجبور کریں گی، اور خوں ریزی سے کام لیں گی،

عیش و عشرت کی زندگی سے منع فرمایا، کیونکہ اس سے سستی و کاہلی پیدا ہوتی ہے، اور بزدلی و خوف آتا ہے، کسی قوم کی عشرت اس کا بڑھاپا ہے، اور زوال و پستی کی بڑی علامت ہے (باقی ص ۹۷)

داخلو لقوا ، اس کے ضبط پر میں واقف نہیں ہوا، شاید خا معجمہ کے ساتھ ہے ،
عرب کہتے ہیں اخلولق السحاب بادل برابر ہو گیا، اخلولق الرسم جب نشانات زمین
کے برابر ہو جائیں ،

(مصیصی) میم کے کسرہ اور صاد مشددہ کے ساتھ ہے، کہا گیا ہے کہ میم کے فتحہ
اور تخفیفِ صاد کے ساتھ ہے، پہلا زیادہ مشہور اور راجح ہے، مصیصہ کی طرف نسبت ہے،
جو ارمن میں طرطوس کے اطراف میں مشہور ہے ،

(نہدی) نون کے فتحہ اور ہاء کے سکون کے ساتھ ہے، دادا کی طرف نسبت
ہے، جن کا نام نہد بن زید بن لیث تھا، اور ابو عثمان کا نام عبد الرحمن بن مل ہے ،

اور (مل) میم کے فتحہ، ضمہ، کسرہ اور لام مشددہ کے ساتھ ہے، (مل ء) بھی کہا
گیا ہے، یعنی لام ساکن کے بعد ہمزہ کے ساتھ ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶) نشانہ بازی کی وصیت کی، تاکہ امت عربی فنون جنگ سے امن کی حالت میں واقف
رہے، اور جب جہاد کے لئے بلائے جائیں تو ان میں جنگ کی پوری قوت ہو، جنگ سے واقف کے سامنے
دس ناواقف بھی نہیں ٹھیر سکتے، اگرچہ وہ بدن میں قوی اور مضبوط ہوں ،

اور شہسواری کا حکم دیا تاکہ نشاط کے ساتھ اس کے عادی رہیں، اور ان کے ساتھ ایسے ہی
جنگ کر سکیں جیسے زمین پر کرتے ہیں، اگرچہ فنِ جنگ اور آلاتِ حرب بہت ترقی کر گئے ہیں لیکن
گھوڑوں سے آج بھی استغنا نہیں ہے ،

مصیصہ، خالص عربی ہے، اور بزنتی کے مشرقی حصہ اخیر حدود بلاد عربیہ میں واقع ہے،
مصنف نے بلادِ ارمن کہہ دیا ہے، کیونکہ صلیبی جنگوں میں زیرِ نگیں ہوا تھا ۱۲ منہ

یہ کبار تابعین میں سے ہیں، مخضرمی ہیں، یعنی جنھوں نے اسلام اور جاہلیت کا زمانہ پایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد بھی پایا، لیکن آپؐ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی، میں نے ان کے متعلق یہ تفصیل اپنی کتاب ارشاد میں بیان کی ہے، جس کو میں نے ابو عمرو بن صلاح کی کتاب سے مختصراً کر کے لکھا ہے، اور جو علوم حدیث میں ہے، ابو عثمان رحمہ اللہ بڑے مرتبے اور بڑی شان والے تھے، فرمایا کرتے تھے "میری عمر ایک سو تیس برس کی ہو گئی ہے، اور میری ہر چیز بدل گئی ہے، مگر خواہش وہ جوں کی توں ہے" جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ کوفہ سے بصرہ تشریف لے آئے، اور فرمایا میں ایسے شہر میں رہنا نہیں چاہتا جہاں نبیؐ کے نواسے شہید ہوں، ۹۵ھ یا ۱۰۰ھ میں آذربائیجان میں وفات پائی،

(آذربائیجان) کے بارے میں دو لغت مشہور ہیں، پہلا ذال کے سکون کے ساتھ، بغیر مد کے، را کے فتحہ کے ساتھ، اور اس کے بعد با، موحدہ مکسورہ پھر یا، مثناۃ ساکن پھر جیم ہے،

دوسری لغت اول میں مد، پھر ذال کا فتحہ، اور را، کا سکون ہے،

علم پر عمل کرنے کی فضیلت

ہمیں شیخ فقیہ معتمد ابو محمد عبدالرحمٰن بن سالم بن یحییٰ انباری نے خبر دی، بواسطہ عبدالقادر رہاوی، قاضی ابوسلیمان داؤد بن محمد بن حسین خالدی، عمر بن محمد بن احمد نسفی، حسن بن عبدالملک، حسین بن محمد بن نعیم، عبداللہ بن محمد بن احمد بن یعقوب حسن بن سفیان، محمد بن مرزوق، مسلم بن ابراہیم، عیسیٰ بن حمید راسی ابو ہمام، ابو حفص نضر،

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ ان کے پاس ایک آدمی مومن کی عیب پوشی کے بارے میں سوال کرتا ہوا آیا، تو انھوں نے فرمایا، میں اس کا اہل نہیں ہوں، لیکن ایک دوسرے شخص شہاب ہیں وہ اس کے اہل ہیں،

یہ کہہ کر جابر چلے، اور حاکم شہر کے پاس پہونچے، جن کا نام مسلمہ تھا، دروازے پر پہونچے، اور دربان سے کہا،

"امیر سے کہو وہ نیچے آئے"

دربان مسکراتا ہوا امیر کے پاس پہونچا، امیر نے پوچھا، کیا بات ہو؟

کہنے لگا "ایک اونٹ سوار ہے، کہہ رہا ہے امیر سے کہو نیچے آئے"

امیر نے کہا "تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ کون ہے؟"

دربان واپس آیا، اور پوچھا "آپ کون ہیں؟"

فرمایا "میں جابر بن عبداللہ انصاری ہوں"

دربان امیر کے پاس واپس ہوا اور نام سے خبر دی، امیر اپنی نشست سے اٹھے، اور کھڑکی سے جھانکا، اور کہا "اوپر تشریف لے آئیے"

فرمایا" اوپر آنا نہیں چاہتا، بس یہ بتا دیجئے شہاب کا مکان کہاں ہے"؟

امیر نے کہا" اوپر آجائیے، میں آدمی بھیجکر آپ کی ضرورت پوری کرائے دیتا ہوں"

فرمایا" میں پسند نہیں کرتا کہ آپ کا قاصد جائے، کیونکہ آپ کے قاصد سے خوف ہوگا، اور مجھے پسند نہیں کہ کوئی مسلمان میری وجہ سے خوف میں مبتلا ہو"[1]

اس پر امیر نیچے اترے، اور جابرؓ کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ شہاب کے پاس پہونچے، شہاب نے کہا" اوپر تشریف لائیے، یا میں آپ کے پاس آؤں"؟

جابرؓ نے فرمایا" نہ ہم اوپر آنا چاہتے ہیں، اور نہ ہی آپ نیچے تشریف لائیے۔ ہم سے صرف وہ حدیث بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ جس شخص نے اپنے مؤمن بھائی کی پردہ پوشی کی تو گویا اس نے اپنے بھائی کو زندگی دی"

اور ان اشعار میں سے جن میں محبوب سے نسبت رکھنے والے کے اعزاز کو کہا گیا ہے یہ شعر بھی ہے ۔

ترجمہ۔ "سعدانی کی منزلیں آباد رہیں، فاطمہ کی محبت کے باعث مجھے یہ گھر بھی محبوب ہیں"[2]

---

[1] ایک دوسرے پر اسی محبت و شفقت ادب و مہربانی کی وجہ سے اسلام پوری دنیا میں پھیل گیا، اور دنیا کے اکثر حصہ پر مسلمان قابض ہو گئے، اس امت کا فساد صرف انہی باتوں سے دور ہو سکتا ہے جن کے ذریعہ پہلوں نے ترقی کی، صحابہ کرام اور سلف صالح بھی یہی سمجھتے تھے ۱۲ منہ

[2] اور کسی شاعر نے اسی معنی میں کہا ہے ۔ مررت علی الدیار دیار لیلی ؛ اقبل ذا الجدار و ذا الجدار ؛ فما حب الدیار شغفن قلبی ؛ ولکن حب من سکن الدیار ؛ (ترجمہ) "میں لیلیٰ کی منزل پر گذرتا ہوں تو دیواروں کو چومتا ہوں، اور دیوار کی محبت کی بنا پر نہیں، لیکن رہنے والی کی محبت کی وجہ سے" ۱۲ منہ

(سعد) سین مہملہ کے پیش اور عین کے سکون کے ساتھ، ایک مقام کا نام ہے، سعید کی جمع ہے، جیسے رغیف اور رغف، شاعر نے اس کو تبدیل نہیں کیا، اس لئے کہ بعینہ زمین کے نام کے طور پر استعمال کیا ہے،

اور کسی دوسرے شاعر نے کہا ہے ؎

ترجمہ:۔ میں (ایامی) غیر شادی شدہ عورتوں کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ بثینہ بھی غیر شادی شدہ ہے، اور (غوانی) شادی شدہ کو پسند کرتا ہوں اس لئے کہ اس نے بھی (عنیت) شادی کر لی۔

(ایامی) وہ عورتیں جن کے شوہر نہ ہوں (غوانی) شادی شدہ عورتیں، (عنیت) تاء کے کسرہ کے ساتھ، یعنی شادی کر لی، یہ طریقہ فصیح ہے، یعنی غیبت سے مخاطبت کی طرف رجوع کرنا، پہلے بثینہ کہا، پھر خطاب کیا، قرآن کریم میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ہیں، جیسے:۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی وَمَا یُدْرِیْكَ، اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، پھر کہا اِیَّاكَ نَعْبُدُ اور اس کا عکس بھی آیا ہے، یعنی خطاب سے غیبت کی طرف لوٹنا، جیسے حَتّٰٓی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ وَجَرَیْنَ بِهِمْ،

حدیث کو حقیر سمجھنے پر ابتلاء کے واقعات

ہمیں انباری نے خبر دی بواسطہ عبد الحافظ، عبد القادر رہاوی، عبد الرحیم بن علی شاھد، محمد بن طاہر مقدسی حافظ، ابو الفتح مفید، ابو حسن بن علی بن محمد بن طلحہ، سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی، ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ ساجی سے منقول ہے کہ ہم بصرہ کی گلیوں میں بعض محدثین کے گھر کی طرف جا رہے تھے، میں تیزی سے چلنے لگا،

لوگوں کے ساتھ ایک آدمی تھا، جس کے دین میں کچھ فتور تھا، اس نے مذاق میں کہا،

"اپنے پاؤں فرشتوں کے پروں سے الگ رکھو، ان کو توڑ مت دینا"

یہ کہتے ہی وہ آگے نہ بڑھ سکا، اس کے پیر خشک ہو گئے اور گر پڑا،

حافظ عبدالحافظ فرماتے ہیں اس واقعہ کی اسناد برحق ہے، کیونکہ سب کے سب راوی مشہور ائمہ میں سے ہیں، اور مقدسی کی اسناد سے بواسطہ ابوحسین یحییٰ بن حسین علوی، ابن حسین ضبعی، عبداللہ بن محمد بن محمد عکبری، ابوعبداللہ محمد بن یعقوب متوثی، ابوداؤد سجستانی سے منقول ہے کہ حدیث پڑھنے والوں میں ایک غلط قسم کا آدمی تھا، اس نے جب یہ حدیث سُنی کہ فرشتے طالبینِ علم کے قدموں تلے اظہارِ خوشنودی کے طور پر اپنے پر بچھا دیتے ہیں تو اس نے اپنی ایڑیوں کے نیچے کیلیں لگوالیں، اور کہنے لگا، میں چاہتا ہوں ان سے فرشتوں کے پَر کچل دوں" اس کے نتیجہ میں اس کے پیر جاتے رہے،

(متوثی) میم کے فتحہ، پھر تا، مثناۃ مشددہ ضمہ کے ساتھ، اور واؤ ساکن، پھر ثا، مثلثہ پھر یا، نسبی کے ساتھ ہے،

اور امام ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن محمد بن فضل تیمی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ:-

"اس کے پیر اور (شاید دو) ہاتھ شل ہو گئے اور سارے اعضاء بیکار ہو گئے"

نیز فرماتے ہیں میں نے بعض واقعات میں پڑھا ہے کہ جب بعض بدعتیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پڑھی،-

اِذَا اسْتَيْقَظَ اَحَدُكُمْ مِنْ — جب تم میں سے کوئی نیند سے بیدار ہو

نَوْمِهٖ فَلَا یَغْمِسْ یَدَہٗ فِی الْاِنَاءِ حَتّٰی یَغْسِلَھَا فَاِنَّہٗ لَا یَدْرِیْ اَیْنَ بَاتَتْ یَدُہٗ۔

تو برتن میں بغیر دھوئے ہاتھ نہ ڈالے کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ ہاتھ رات کو کہاں رہا ہے"

اس بدعتی نے مذاقاً کہا: مجھے معلوم ہے کہ میرا ہاتھ رات کو بستر میں کہاں رہا ہے، جب صبح کو اٹھا تو ہاتھ کلائی تک دُبر میں گھسا ہوا تھا۔

تیمیؒ کہتے ہیں آدمی کو چاہئے کہ وہ احادیث کی تحقیر سے بچے، اور جہاں سمجھ میں نہ آئے خاموش رہے، اور ان واقعات پر نظر رکھے کہ کیسے بدبختی نے ان کو پکڑ لیا،

میں کہتا ہوں حدیث کا مطلب یہ ہی جو امام شافعیؒ اور دوسرے علماء نے بیان کیا ہے، کہ سونے والے کا ہاتھ نیند میں ہر طرف جاتا ہے، لہذا کوئی بھروسہ نہیں کہ کسی جُوں، مچھر، کھٹمل کے خون سے آلودہ ہوا ہو، یا استنجاء کی جگہ پر پہونچا ہو، یا اسی قسم کی کوئی بات ہوئی ہو، واللہ اعلم،

(شلت یداہ) یعنی ہاتھ خشک ہو گئے اور حرکت جاتی رہی، (شلت) شین کے فتحہ کے ساتھ فصیح لغت ہی، شین کے ضمہ کے ساتھ بھی آیا ہے،

میں کہتا ہوں اسی قسم کا ایک واقعہ ہمارے زمانہ میں بھی پیش آیا ہے، جس کی خبر بیا مشہور اور قاضیوں کے یہاں ثبوت کو پہونچ گیا ہے، وہ یہ کہ:-

ایک شخص بصرہ کے کسی گاؤں میں اوائل ۶۶۵ھ میں تھا اور جوان تھا، اور دینداروں کے بارے میں اس کا اعتقاد اچھا نہ تھا، اس کے ایک لڑکا بھی تھا، جو اہلِ خیر کا معتقد تھا، ایک دن لڑکا کسی شیخ کے پاس سے آیا، اور اس کے پاس مسواک تھی، باپ نے پوچھا:- "استاد نے کیا دیا؟ (مذاق کرتے ہوئے)،

بیٹے نے کہا۔ "مسواک"۔

اس نے مسواک لی، اور حقارت سے دُبر میں داخل کر دی، کچھ روز بعد اس کے مچھلی سے مشابہ ولادت ہوئی، اس نے اس کو قتل کر دیا، اس کے بعد وہ آدمی اسی وقت یا دو روز بعد مر گیا،

اللہ کریم ہمیں اس مصیبت سے نجات دے، اور حدیثوں کی عظمت اور تعظیم شعائر کی توفیق عطا فرمائے،

بزرگوں کے اقوال اور امام شافعیؒ کی نصیحتیں

ہمیں شیخ فقیہ ابو محمد عبد الرحمٰن بن سالم انباری رحمہ اللہ نے خبر دی، بواسطہ قاضی امام ابو القاسم عبد الصمد بن محمد بن ابی الفضل انصاری، امام ابو الفتح نصر اللہ بن محمد بن عبد القوی مصیصی، شیخ امام ابو الفتح نصر بن ابراہیم بن نصر مقدسی، قاضی ابو الحسن محمد بن علی، احمد بن یعقوب ہردی، ابو عبد اللہ روزبادی، عمر بن مخلد صدفی، ابن ابی الورد،

معروف کرخیؒ فرماتے ہیں، بندہ پر اللہ کی ناراضی کی نشانی یہ ہے کہ اسے بیفائدہ کاموں میں مشغول دیکھو[1]،

---

[1] یہ اس لئے کہ ایسے آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت کی، کہ لایعنی باتوں کا چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے، تو ایسے شخص کے اسلام میں خوبی نہ ہوئی، اور آخرت میں بھی اس کا حصہ کم ہوا، اور دنیا میں کوئی نفع نہ ہوا، یہی مقت کی حقیقت ہے کہ دین و دنیا کا فائدہ نہ اٹھا سکے ۱۲ منہ

ہمیں ہمارے شیخ حافظ ابوالبقاء نے خبر دی بواسطۂ ابو محمد، قاضی ابوبکر، خطیب، ابوسعید یمنی، محمد بن موسیٰ بن فضیل بن ابراہیم،

فضیل بن عیاض فرماتے تھے "تم اللہ سے جنت کا سوال کرتے ہو اور اس کے ناپسندیدہ کام بھی کرتے ہو! تم سے کم نظر کوئی نہیں دیکھا جس کی اپنے فائدہ پر نظر نہ ہو"[1]

ابوالبقاء، ابو محمد، ابوبکر خطیب، ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن سراج، ابوبکر احمد بن محمد سائح، قاسم بن محمد شاگرد سہل،

سہل بن عبداللہؒ فرماتے تھے "خدا اور بندے کے درمیان دعوی سے زیادہ بھاری کوئی حجاب نہیں ہے، اور حاجت مندی سے زیادہ قریب خدا کی طرف اور کوئی راستہ نہیں ہے"[2]

اور ہمیں ابو یحییٰ نکرادی سے صحیح سندوں کے ذریعہ خبر ملی ہے، فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے شعبہ سے زیادہ عبادت گذار کسی کو نہیں دیکھا، ان کی کھال ہڈیوں پر چپک گئی تھی

---

[1] دونوں باتوں میں چونکہ تناقض ہے، اس لئے یا تو تمہاری عقل میں کوتاہی ہے، یا پھر اللہ کے حکموں کے ساتھ مذاق ہے، یہ بڑی مصیبت ہے، جو شخص چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول کرے اسے چاہئے کہ پہلے اطاعت و تقویٰ کو اپنا شفیع بنائے ۱۲ منہ

[2] دعویٰ انانیت سے پیدا ہوتا ہے، اور یہ شیطان کی صفت ہے، حاجت مندی عبودیت کی علامت ہے، اور یہ انبیاء کی صفت ہے، اس کو اختیار کرنے کا مطلب انبیاء کی راہ پر چلنا ہے، جس کا حکم ہے فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اشرف عبودیت کی تعریف کی گئی ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ، اور افتقار و عبودیت کی ایک فضیلت یہ ہے کہ خدا کی طرف اس کی نسبت ہوتی ہے عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِنَا ۱۲ منہ

درمیان میں گوشت باقی نہ رہا تھا،

اور ہمیں امام شافعیؒ سے خبر ملی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا دنیا و آخرت کی بھلائی پانچ باتوں میں ہے، نفس کا استغنا، تکلیف دہی سے باز رہنا، حلال روزی، تقویٰ کا لباس، اور ہر حالت میں اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھنا،

اور امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جس پر دنیا کی محبت غالب آگئی، وہ دنیا والوں کا غلام بنگیا، اور جو (قنوع) سوال پر راضی ہوگیا اس سے خضوع جاتا رہا[1]

اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے جس کو پسند ہو کہ اللہ اس کا سینہ کھول دے، اور علم عطا فرمائے، اسے چاہئے کہ خلوت اختیار کرے، کم کھائے، بیوقوفوں کی صحبت سے بچے اہل علم والوں سے بھی جن کے پاس انصاف اور ادب نہیں ہے،

اور امام شافعیؒ نے فرمایا ہے سب سے عمدہ ذخیرہ تقویٰ ہے، اور سب سے نقصان دہ سرکشی ہے،

---

[1] قنوع سوال کو کہتے ہیں، سائل کی حیاء، وشرم جاتی رہتی ہے، اللہ کے سامنے انکساری اس سے جاتی رہتی ہے اور لوگوں سے ہی اپنی ضروریات کی طلب میں لگ جاتا ہے، اور بسا اوقات اللہ کے سامنے انکساری کا اسے خیال بھی نہیں آتا، اور وہ اس صورت میں اللہ کی غلامی سے نکل کر جو شرف و آزادی کا نام ہے، لوگوں کا بندہ بن جاتا ہے، جس میں ذلت وحقارت ہے، امام شافعیؒ نے دو شعروں میں اس کو بیان کیا ہے، "بندہ آزاد ہے اگر وہ قناعت کرے، اور غلام ہے اگر سوال کرے، قناعت اختیار کرو سوال سے بچو، طمع سے زیادہ کوئی چیز عیب نہیں لگاتی، جو شخص قناعت اختیار کرلیتا ہے لوگوں کے سامنے عاجزی سے بچ جاتا ہے" امام کا دوسرا فقرہ پہلے فقرہ کے مقابل ہے، جب کہ صرف قناعت کے معنیٰ مراد لئے جائیں ۱۲ منہ

اور امام شافعیؒ نے فرمایا۔ "بہترین عمل تین ہیں، ذکر الٰہی، بھائیوں سے ہمدردی آدمی کا اپنے نفس سے انصاف"، یعنی یہ تین باتیں افضل اعمال سے ہیں،

اور امام شافعیؒ نے فرمایا۔ "ریا، کو صرف مخلص ہی پہچان سکتا ہے"

یعنی ریار کی حقیقی معرفت اور اس کی پوشیدہ باتیں وہی شخص جان سکتا ہے جس نے مدتوں اخلاص کے لئے مجاہدہ کیا ہو، بحث و فکر اور تحقیق و جستجو سے کام لے چکا ہو یہاں تک کہ پورا مخلص ہو گیا ہو، یا کچھ حصہ حاصل کر چکا ہو، اور یہ چیز خواص کے علاوہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی، جن عام لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بھی ریار کو پہچانتے ہیں، یہ حقیقت میں ان کی جہالت ہے،

اور میں اس کتاب میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک باب ایسا لکھوں گا جس کی عجیب باتوں سے تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی،

ابو یزیدؒ کے کلام کی تشریح

اور ریاء کے خفیہ ہونے میں وہ روایت کافی ہے جو استاد امام ابوالقاسم قشیری نے اپنے رسالہ میں لکھی ہے، ہماری پہلی سند قشیری تک (آگے) بواسطہ محمد بن حسین، احمد بن علی بن جعفر، حسن بن علویہ،

ابو یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے بارہ سال تک اپنے نفس کو صیقل کیا، اور پانچ سال میں اپنے دل کا آئینہ تھا، اور ایک سال تک ان دونوں کے درمیان غور کرتا رہا، یہاں تک کہ مجھے معلوم ہوا کہ میرے اندر ابھی کھلی زنار موجود ہے، بارہ سال تک اس کو ختم کرنے کی فکر میں لگا رہا، پھر غور کیا، پھر بھی میرے باطن میں زنار تھی،

پھر پانچ سال اس کے صاف کرنے میں لگا رہا، سوچتا تھا کہ کیسے صاف کروں، پھر یہ بات میرے لئے منکشف ہوگئی، میں نے مخلوق پر نظر کی تو اُن کو مردہ پایا، لہٰذا میں نے اُن پر چار تکبیریں کہیں،

میں کہتا ہوں ریاء کے بہت زیادہ پوشیدہ ہونے میں یہ اشتباہ بہت کافی ہے جو ایسے سردار کو پیش آیا جس کی راہِ طریق میں نظیر ملنی مشکل ہے، آپ کا یہ قول کہ "میں نے مخلوق کو مردہ پایا"، نہایت نفیس و حسین ہے، اور بہت کم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کے کلام میں ایسا حُسن پایا گیا ہے، میں اس کا مطلب مختصر لفظوں میں بیان کرتا ہوں،

مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے یہ مجاہدہ کیا، اور آپ کا نفس مہذب اور دل منور ہوگیا، اور آپ اپنے نفس پر غالب اور پورے قادر ہوگئے اور وہ آپ کا پورا مطیع بن گیا، تو آپ نے مخلوق کی طرف نظر کی، تو اُن کو مُردہ پایا، کیونکہ ان کا کوئی حکم نہیں، نہ نقصان پہونچا سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں، اور نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں، اور نہ روک سکتے ہیں، نہ مارتے ہیں اور نہ جِلاتے ہیں، نہ ملاتے ہیں اور نہ کاٹتے ہیں، نہ قریب کرتے ہیں نہ دُور، نہ سعادت مند بناتے ہیں اور نہ شقی، نہ رزق دیتے ہیں نہ محروم کرتے ہیں، اور اپنے لئے کسی نفع نقصان کے مالک نہیں، اور نہ ہی کچھ انھیں موت وزندگی اور دوبارہ اٹھائے جانے پر اختیار ہے،

یہ مُردوں کی صفت ہے، لہٰذا امور مذکورہ میں مخلوق سے مُردوں کا سا معاملہ کیا جائے، نہ اُن سے ڈرا جائے، نہ امید رکھی جائے، اور نہ جو کچھ اُن کے پاس ہے اس کی طمع کی جائے، نہ اُن کے ساتھ ریاء کی جائے نہ سُستی، نہ اُن کے ساتھ مشغول ہو نہ

تحقیر کرے اور نہ تنقیص، نہ ان کے عیوب ذکر کئے جائیں اور نہ ان کی لغزشوں کی پیروی کی جائے، اور نہ اُن کی خطاؤں کی کھوج لگائی جائے، نہ اُن سے حسد کیا جائے اور نہ اُن کی نعمتوں کا زیادتی میں مقابلہ کیا جائے، بلکہ اُن پر رحم کیا جائے، اور اُن کی کمزوریوں سے درگذر کیا جائے، ہاں شرعی حدود جاری کی جائیں،

ہمارا پہلا کلام حدودِ شرعیہ کے قائم کرنے سے نہیں روکتا، پھر ہم بغیر انکی تنقیص کے ان کی قابلِ شرم چیزوں کے چھپانے پر حریص ہیں، جیسا کہ مردہ کے ساتھ کیا جاتا ہے، جب کوئی ان کو عیب سے یاد کرے گا تو ہم اُسے منع کریں گے جیسا کہ مُردے کے لئے کرتے ہیں، کوئی کام اُن کی خاطر نہ کریں گے، اور نہ کوئی کام چھوڑیں گے، اور نہ اُن کی وجہ سے کسی امرِ الٰہی سے رُکیں گے جیسا کہ مُردے کی وجہ سے نہیں رُکتے، اور نہ ان کی مدح میں مبالغہ کریں گے، اور ان کی طرف سے اپنی بُرائی کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بُرا، اور نہ اُن کا مقابلہ کریں گے،

خلاصہ یہ کہ مخلوق ان تمام کاموں میں مُردے کی طرح ہے، وہ ایسے پیٹھ پھیرنے والے ہیں جن میں اللہ کے احکام جاری ہیں، جس شخص نے مخلوق کے ساتھ ایسا معاملہ کیا اس نے دنیا و آخرت کی خیر جمع کرلی، ہم اللہ کریم سے اس کی توفیق کا سوال کرتے ہیں، یہ چند سطریں ابویزید رحمہ اللہ کے کلام کی شرح میں کافی ہیں، واللہ اعلم،

احوالِ صُوفیائے کرامؒ

قشیری تک ہماری سند سے (آگے) بواسطۂ ابوعبدالرحمٰن سلمی، عباس بغدادی، جعفر، جنید، سریؒ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا :- اے جوانوں کے گروہ!

کوشش سے کام لو، میری عمر تک پہونچنے سے پہلے، کبھی کمزور ہو جاؤ، اور محنت نہ کر سکو، جیساکہ میں کچھ نہ کر سکا،

فرماتے ہیں اس زمانہ میں نوجوان ان کے ساتھ عبادت میں مشغول نہ ہوتے تھے

احمد بن ابی حواری نے کتاب الزھد میں نقل کیا ہے کہ سوید کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی مرثد کو بازار میں دیکھا، اور انکے ہاتھ میں (عَرق) گوشت والی ہڈی اور روٹی تھی، اور وہ اس سے کھا رہے تھے، آپ کو قضا کی پیش کش کی گئی تھی، اس سے بچنے کے لئے آپ نے یہ رُوپ بھر لیا تھا[1]،

(عَرْق) عین کے فتحہ اور را کے سکون کے ساتھ ہے، ہڈی جس پر تھوڑا گوشت

---

[1] اگر آپ قضا کو اختیار کر لیتے اور مسلمانوں کے درمیان عدل سے کام لیتے تو کیا اپنے آپ کو الگ تھلگ رکھنے سے زیادہ ثواب ہوتا، اس صورت میں آپ نے اللہ کی نعمت علم وعقل کا بھی انکار کیا، اور بازار میں روٹی کھاتے پھرنے لگے، کہ یہ معلوم ہو کہ یہ مجنون ہیں، قضا کے اہل نہیں، میں نہیں جانتا اگر دوسرا قاضی ظالم یا جاہل آجائے تو یہ شیخ اللہ کے نزدیک گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ کیونکہ قضاء کا ایسی صورت میں شونا قبول کر لینا واجب ہو جبکہ دوسرے کے جاہل یا ظالم ہونے کا اندیشہ ہو، ورنہ گنہگار ہوگا، کیونکہ اس سے تمام حقوق اور مسلمانوں کا فائدہ متعلق ہو، ابن ابی مرثد کا یہ عمل زھد سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، بلکہ اللہ کے سامنے بڑی جواب دہی ہے کہ انھوں نے لوگوں کو ایسے کام سے نفرت دلائی جس کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ انجام دیا کرتے تھے، ان حضرات مشائخ کا قضاء سے منہ موڑنا اسلام کے لئے ایک ایسا صدمہ ہی جس کے کڑوے گھونٹ ہم اب تک پی رہے ہیں، اب یہ عادت پڑ گئی ہو کہ اہل علم و تقویٰ میں سے کوئی شخص قضاء کے عہدہ کو قبول نہیں کرتا، باوجودے کہ اسلام میں یہ بہت اہم منصب ہی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

لگا ہو،

اسی کے مشابہ وہ واقعہ ہے جو امام بیہقی نے سند کے ساتھ امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے، سفیان ثوریؒ دربار میں طلب کئے گئے تو مجنوں بن گئے، اور دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے، قالین کو چھوا اور کہنے لگے کس قدر اچھا ہے، کتنے میں لیا، پیشاب، پیشاب، یہاں تک کہ میں نکل جاؤں، (دربار سے دوری کا یہ بہانہ بنایا)[1]

امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ حضرت حسینؓ کے ایک صاحبزادے کا انتقال ہوا تو ان پر رنج کے آثار ظاہر نہ ہوئے، لوگوں میں اس پر رائے زنی ہوئی، آپ نے فرمایا ہم اہلِ بیت جب اللہ سے سوال کرتے ہیں وہ قبول فرماتا ہے، جب اس نے ہمیں ہماری ناپسند میں آزمانا چاہا تو ہم راضی ہیں،

احمد بن حواری کہتے ہیں میں نے ابو سلیمان کو سنا فرماتے تھے جس کسی کو ہم پسند کرتے ہیں مؤدب کی اطاعت کی وجہ سے کرتے ہیں، اور تم نافرمانی کرتے ہو میں نے انگلیاں کھولنے کا حکم دیا تھا، ترمذی میں بند کرنے کے الفاظ ہیں،

سعید بن جبیرؓ سے منقول ہے کہ انھوں نے بیٹے کی طرف دیکھ کر کہا: میں تجھ میں ایک صفت دیکھتا ہوں، انھوں نے پوچھا وہ کیا؟ کہنے لگے، موت پر صبر کرنا،

ابو حسن مدائنی سے منقول ہے کہ کسی اعرابیہ سے کہا گیا تو نے اپنے بیٹے کا

---

[1] سفیان ثوریؒ کے لئے مناسب تھا کہ وہ اپنی راحت پر مسلمانوں کے فائدے کو ترجیح دیتے، ہو سکتا ہو آپ کی توجہ اس سے بڑے کام کی طرف ہو، اور قضاء سے پہلے آپ امورِ خلافت کو درست کرنا چاہتے ہوں، اس لئے کہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں ذکر کیا ہے کہ اگر اسی سال آپ کی وفات نہ ہوتی تو منصور نے آپ کے مارنے کا ارادہ کر لیا تھا، (جو تاویل سفیان کی ہو وہی ابن ابی مرثد کی بھی ہے (از بندہ مترجم)

زیادہ غم نہیں کیا؟

کہنے لگی اِس کے باپ کی موت نے اپنے بعد تمام مصیبتوں کو بھلا دیا ہے۔"

ابو حسن مدائنی کہتے ہیں کہ موسیٰ بن مہتدی نے ابراہیم بن سلم کی تعزیت کی، اور کہا: تمھاری آزمائش اور مصیبت ہے، اور تمھارا غم صلوٰۃ و رحمت ہے۔ نیز فرماتے ہیں کسی آدمی نے اپنے بھائی کو بیٹے کی موت پر تعزیت کا خط لکھا:

"امابعد، بے شک بچہ جب تک زندہ رہے باپ کے لئے غم اور فتنہ کا سبب ہے، اور جب پہلے رخصت ہو جائے تو باپ کے لئے رحمت و کرم ہے، پس اس کے فتنہ اور رنج پر مت گھبراؤ جو تم سے جاتا رہا اور اس رحمت و کرم کو ضائع نہ کرو جس کا اللہ نے تمھیں بدلہ دیا ہے۔"

احمد بن حواری کہتے ہیں میں نے ابوسلیمان سے سُنا فرماتے تھے مجھے بیس سال سے احتلام نہیں ہوا، میں نے مکہ میں ایسا کام کیا کہ رات میں بدخوابی ہوگئی، میں نے پوچھا کیا بات پیش آئی؟ کہنے لگے عشاء کی نماز جماعت سے مسجد حرام میں رہ گئی تھی،

اور امام مالکؒ سے منقول ہے کہ آدمی ملتا ہے اور اس کے کسی حرف میں نقص نہیں ہوتا، اور عمل پورے کا پورا ناقص ہوتا ہے،

اور امام ابوبکر محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن عباس بن محمد بن صول المصولی (صاد مہملہ کے ضمہ اور واؤ ساکن کے ساتھ) سے منقول ہے بعض زاہدوں نے کہا:

ہم اپنی گفتگو میں عربی میں لحن نہیں کرتے، لیکن عمل میں لحن کرتے ہیں عربی نہیں بنتے۔ کسی شاعر نے یہی مضمون باندھا ہے ؎

"ہمیں جہل نہیں دیا گیا لیکن ہم علم کو جہل سے چھپاتے ہیں، ہمیں گفتگو میں لحن

ناپسند ہو، لیکن اعمال میں لحن کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

اور ہمیں شیخ ابو محمد اسمٰعیل بن ابی اسحٰق بن ابراہیم بن ابی بشر شاکر نے خبر دی، بواسطہ ابو طاہر برکات بن ابراہیم بن طاہر خشوعی، ابو محمد ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد اکفانی ابو بکر احمد بن علی بن ثابت بغدادی، عبید اللہ بن عمر واعظ، بواسطہ والد، عبداللہ بن محمد بن نصر بن علی جہضمی، محمد بن خالد،

علی بن نصر سے منقول ہے کہ میں نے خلیل بن احمد کو خواب میں دیکھا، اور میں نے خواب میں سوچا کہ میں کسی کو خلیل سے زیادہ عقلمند نہیں سمجھتا، میں نے خلیل سے پوچھا، اللہ تعالیٰ نے تمھارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟

انھوں نے کہا جس کام میں ہم لگے ہوئے تھے اس سے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرْ کہنا افضل ہے،

ایک روایت میں ہے کہ علی بن نصر نے خواب میں خلیل سے پوچھا، تمھارے پروردگار نے تمھارے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے کہا بخش دیا، نصر نے کہا، کس چیز کے بدلے؟ فرمایا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کے بدلے،

نصر نے کہا تم نے اپنے علم و ادب و شعر اور عروض کو کیسا پایا؟ کہنے لگے بے فائدہ،

اور اسی اسناد سے احمد بن علی بن ثابت سے منقول ہے کہ ہمیں ابو حسن محمد بن مظفر نے بواسطہ ابو بکر احمد بن سلیمان بن نجار، ہلال بن علاء کے یہ شعر سناتے :؎

عنقریب وہ زبان بوسیدہ ہو جائیگی جو فصیح الفاظ بولتی تھی کاش کہ وہ حساب کے ساتھ سلامت رہے

اور زبان کی فصاحت فائدہ نہ دیگی اگر تقویٰ نہیں ہے، اور تقویٰ والے کو گونگا ہونا نقصان نہ دے گا۔

باب سوم

کرامات اور مواہب اولیاء اللہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَاۤءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ،

"بیشک اللہ کے دوستوں کو نہ ڈر ہوگا اور نہ غم، جو لوگ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی اللہ کی بات بدلتی نہیں، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔"

اس بارے میں منقولات قرآن کریم اور مشہور احادیث میں وارد ہوئی ہیں، اسی سلسلہ میں وہ آیت بھی ہے جو حضرت مریمؑ کے قصہ میں آئی ہے :-

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا،

"کھجور کی ٹہنی کو اپنی طرف ہلالے تروتازہ کھجوریں ملیں گی"

امام ابوالمعالی امام الحرمین نے کہا ہے کہ مریمؑ باتفاق علماء نبی نہ تھیں، بلکہ ولیہ تھیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے، دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے،

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا، قَالَ يَامَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ، جب بھی محراب میں زکریاؑ مریمؑ کے پاس جاتے اُن کے پاس رزق پاتے، کہنے لگے مریم یہ کہاں سے آیا، کہنے لگیں اللہ کے پاس سے "

اسی طرح سلیمان علیہ السلام کے شاگرد کے قصہ میں ہے:۔

اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ، "میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت بلقیس کو حاضر کر دوں گا"

یہ بھی نبی نہ تھے، اسی طرح امام الحرمین نے والدہ حضرت موسیٰؑ کے قصہ سے استدلال کیا ہے، ابو قاسم قشیری نے ذوالقرنین کے واقعہ سے دلیل لی ہے قشیری اور دوسرے علماء نے حضرت موسیٰؑ اور خضرؑ کے واقعہ سے بھی استدلال کیا ہے اور کہا ہے خضرؑ نبی نہ تھے بلکہ ولی تھے، یہ قول مختار کے خلاف ہے، اکثر علماء کی یہی رائے ہے کہ خضرؑ نبی تھے، بعضوں نے کہا نبی و رسول تھے، بعضوں نے ولی اور بعضوں نے فرشتہ بھی کہا ہے[1]، اس کی تفصیل میں نے "تہذیب الاسماء واللغات" اور "شرح مہذب"

---

[1] تہذیب کی عبارت یہ ہے:۔ علماء نے خضرؑ کی زندگی و نبوّت میں اختلاف کیا ہے، اکثر علماء نے کہا ہے کہ وہ زندہ ہیں، اور ہمارے درمیان موجود ہیں، صوفیہ اور اہل صلاح و معرفت کے نزدیک یہ بات متفق علیہ ہے، ان کو دیکھنے اُن سے استفادہ کرنے اور سوال و جواب کرنے، اور مقدس مقامات پر ان کی موجودگی کے اس قدر واقعات ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے،

شیخ ابو عمرو بن صلاح اپنے فتاویٰ میں کہتے ہیں جمہور علماء و صالحین کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور اکثریت کی یہی رائے ہے، بعض محدثین نے البتہ ان کی موجودگی کا انکار کیا ہے، فرماتے ہیں۔ (بقیہ ص ۱۱۶)

میں بیان کردی ہے،

اصحابِ کہف کا قصہ اور اس کے خوارقِ عادات بھی اسی قبیل سے ہیں، امام الحرمین اور دوسرے علماء نے کہا ہے، وہ بالاتفاق نبی نہ تھے،

احادیث بھی اس بارے میں کثرت سے آئی ہیں، انہی میں سے حدیث انس ؓ ہے،

اَنَّ رَجُلَيْنِ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَا مِنْ عِنْدِ النَّبِيِّ "کہ دو آدمی نبی صلعم کے اصحاب میں سے اندھیری رات میں چلے تو ان کے آگے چراغ کی مانند

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵) خضرؑ نبی ہیں، رسول ہونے میں اختلاف ہے، شیخ کے علاوہ متقدمین نے بھی اُن کے بارے میں یہی کہا ہے، ابو القاسم قشیری اپنے رسالہ کے باب الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ "خضر ولی تھے نبی نہ تھے" اور قاضی القضاۃ ماوردی سے ان کی تفسیر میں منقول ہے "کہا گیا ہے کہ وہ ولی ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نبی ہیں، اور بعضوں نے کہا ہے کہ فرشتہ ہیں، تیسرا قول نہایت غریب وضعیف ہے یا باطل ہے، اور آخر صحیح مسلم میں احادیث دجال میں ہے کہ وہ ایک شخص کو قتل کرے گا جو پھر زندہ ہو جائے گا، ابراہیم بن سفیان شاگرد مسلم کہتے ہیں وہ خضر ہوں گے معمر نے بھی یہی کہا ہے کہ وہ خضر ہوں گے، ابو اسحٰق ثعالبی نے خضر کے بارے میں اختلاف کو بیان کیا ہے کہ وہ ابراہیم کے زمانہ میں تھے یا کچھ بعد، یا زیادہ عرصہ بعد، اس کے بعد فرمایا: خضر تمام اقوال کے مطابق نبی معمر ہیں، نظروں سے پوشیدہ ہیں، اور وہ اخیر زمانہ میں قرآن اٹھائے جانے کے وقت وفات پائیں گے،

حافظ ابن حجرؒ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے "الزہر النضر فی نباء الخضر" مجموعہ رسائل منیریہ میں ہم نے اس کو طبع کر دیا ہے، اس موضوع پر مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر روح المعانی (آلوسی)، ۱۲ منہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃٍ مُّظْلِمَۃٍ وَمَعَھُمَا مِثْلُ الْمِصْبَاحَیْنِ یُضِیْاٰنِ بَیْنَ اَیْدِیْھِمَا فَلَمَّا افْتَرَقَا صَارَ مَعَ کُلِّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا وَاحِدٌ حَتّٰی اَتٰی اَھْلَہٗ؛

روشنی ہوئی، جب اُن کا راستہ مختلف ہوا تو ہر دو کے آگے جدا جدا ہو گئی، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہونچ گئے"

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو کتاب الصلوٰۃ اور باب علامات نبوت میں ذکر کیا ہے، یہ دونوں آدمی عباد بن بشر اور اسید بن حضیر ہیں، دونوں کے نام پہلے لفظ کے پیش اور دوسرے کے فتحہ کے ساتھ ہیں، (حضیر) حاء مہملہ کے ضمہ اور ضاد معجمہ کے ساتھ ہے، اسی طرح کی وہ حدیث ہے جس میں تین آدمیوں نے ایک غار میں پناہ لی، اور چٹان سے اس کا منہ بند ہو گیا، پھر تینوں کی یکے بعد دیگرے دعا سے وہ چٹان سرک گئی، یہ حدیث بھی بخاری و مسلم میں مذکور ہوئی ہے،

اور ایسی ہی حدیثِ ابوہریرہؓ ہے، جس میں جریجؒ کا قصہ ہی، کہ انھوں نے دودھ پیتے بچے سے پوچھا تمھارا باپ کون ہے، اس نے کہا فلاں چرواہا، یہ بھی صحیح بخاری میں ہے،

اور اسی طرح وہ حدیثِ ابوہریرہ ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پہلی امتوں میں محدّث ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ "تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ملہمین ہوا کرتے تھے بغیر اس کے کہ نبی ہوں" اس کو بھی بخاری نے روایت کیا ہے،

اور اسی طرح وہ حدیث ہی جو صحیح بخاری میں خبیب انصاری کے قصہ میں ہی (خاء معجمہ کے پیش کے ساتھ) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اور خبیبؓ

کے بارے میں بنت حارث کا یہ قول کہ میں نے کوئی قیدی خبیب سے بہتر نہیں دیکھا، خدا کی قسم میں نے ان کو انگور کھاتے دیکھا، اور وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، اور مکہ میں اس وقت کوئی پھل نہ تھا، اور وہ فرماتے تھے یہ اللہ کا رزق ہے جو اس نے خبیب کو پہنچایا ہے،

احادیث و آثار اور سلف و خلف کے اقوال اس باب میں اتنے زیادہ ہیں جن کا شمار ممکن نہیں، جن واقعات کی طرف ہم نے اشارہ کیا یہی کافی ہیں، اس باب میں اور بھی باتیں اس بحث سے متعلق مذکور ہوں گی، انشاء اللہ تعالیٰ،

بحث کرامات

امام الحرمین اور امام قشیری کے اقوال دربارۂ کرامات اولیاء اللہ

امام ابو المعالی امام الحرمین فرماتے ہیں اہلِ حق کا مسلک یہ ہے کہ خرقِ عادت اولیاء کے حق میں جائز ہے، معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے، پھر اہل حق کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ کرامت جو خرقِ عادت کے طور پر ظاہر ہو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ولی کے اختیار و ایثار کے بغیر ظاہر ہو، ان حضرات کی رائے ہے کہ کرامت اور معجزہ میں یہی فرق ہے، یہ رائے صحیح نہیں ہے،

دوسری جماعت کا خیال ہے کہ کرامت کا ظہور قصد و ارادہ کے ساتھ ممکن ہے، لیکن دعویٰ کے ساتھ نہیں، جب ولی ولایت کا دعویٰ کرے، اور اس کے اثبات میں کرامت دکھلانا چاہے، یہ محال ہے، ان حضرات کے نزدیک کرامت و معجزہ میں یہی فرق ہے، لیکن یہ رائے بھی پسندیدہ نہیں ہے، ہمارے نزدیک دعوے

کے ساتھ خرق عادت کا ظاہر ہونا محال نہیں ہے، ہمارے بعض اصحاب کے نزدیک جو معجزات نبیوں سے ظاہر ہوتے، ان کا کرامت کے طور پر ولیوں سے ظاہر ہونا صحیح نہیں، ان کے نزدیک یہ ممکن نہیں ہر کہ کرامت کے طور پر دریا شق ہو، اور لاٹھی سانپ بن جائے، یا مُردہ زندہ ہو جائے، اور اسی قسم کے انبیاء کے معجزات ولی کے لئے کرامت نہیں بن سکتے، یہ رائے بھی درست نہیں ہے، ہمارے نزدیک خوارق عادات کا کرامت کے طور پر ظاہر ہونا صحیح ہے،

ان مذاہب اور طریقوں کی تردید سے غرض یہ ہر کہ صحیح و حق ثابت ہو جائے، جو ہمارا مسلک ہر، معجزہ اور کرامت میں عقلی لحاظ سے کوئی فرق نہیں، معجزہ دعویٰ نبوّت کے بعد صادر ہوتا ہے، اور کرامت دعویٰ نبوّت سے علٰحدہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ایسی باتیں ظاہر ہوئیں جن کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا، اور یہ سب نبوّت و بعثت سے پہلے تھیں، اور معجزہ نبوّت سے پہلے نہیں ہوتا، تو یہ سب کرامات ہیں، اگر کوئی متعصب یہ کہے کہ یہ تمام نشانیاں جن سے ہم نے استدلال کیا ہے ہر زمانہ کے نبی کا معجزہ تھیں تو یہ اس کی جہالت ہر، کیونکہ جب ہم اعصارِ خالیہ کو دیکھتے ہیں، تو ان نشانیوں کو ہم نبوت کے دعوی کے ساتھ نہیں پاتے، اور نہ کسی نے ان کے ساتھ معارضہ طلبی کی ہے، جب یہ بات نہیں ہے تو انبیاء کے لئے بطور کرامات ہیں، یہی ہماری غرض ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت کوئی نبی موجود نہ تھا، کہ اس کی طرف یہ نشانیاں منسوب کی جائیں، اس بحث سے کرامات کا ظہور عقلاً و نقلاً واضح ہوگیا،

امام الحرمینؒ اور دوسرے علماء نے کرامت و سحر میں یہ فرق بیان کیا ہر کہ

سحر صرف فاسق کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے، امام کہتے ہیں کہ یہ فرق عقلی نہیں ہے، لیکن اجماعِ امت سے لیا گیا ہے، امام کہتے ہیں کرامت اگرچہ فاسق کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوتی لیکن ولایت کو بھی قطعی طور سے ثابت نہیں کرتی، اگر کرامت سے ولایت تسلیم کرلی جائے تو اصحابِ کرامت انجام سے بے فکر ہو جائیں، اور یہ بالاتفاق کسی ولی صاحبِ کرامت کے لئے جائز نہیں ہے" امام الحرمین کا کلام ختم ہوا،

استاد امام قشیریؒ نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے، کرامات کا ظاہر ہونا سچائی کی علامت ہے، جو شخص اپنے اعمال میں سچا نہ ہو اس سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی، کرامت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مکلف ہونے کی حالت میں ہو، اور عادتِ الٰہی کے خلاف ہو، اور ایسے شخص سے ظاہر ہو جو اپنے اعمال میں سچا ہے، اہلِ حق نے کرامت اور معجزہ کے فرق پر بحث کی ہے، امام ابو اسحاق اسفرائنی کا قول ہے کہ معجزہ انبیاء کی صداقت کی دلیل ہے، اور دلیلِ نبوت، نبی کے علاوہ کسی اور مقام پر نہیں پائی جاتی، اولیاء کے لئے کرامات ہیں، جیسے دعاء کا مقبول ہونا، جنسِ معجزہ انبیاء کی جماعت کے لئے خاص ہے،

امام ابوبکر بن فورک فرماتے ہیں معجزہ صدق کی دلیل ہے، اگر صاحبِ معجزہ نبوت کا دعویٰ کرے تو یہ اس کے صدق کی دلیل ہے، اگر صاحبِ ولایت اس کی طرف رہنمائی کرے تو یہ اس کے عمل میں سچا ہونے کو ظاہر کرے گی، اور کرامت کہلائے گی، معجزہ نہ ہوگی، اگرچہ معجزات کی جنس سے کہلائے گی،

اور فرمایا، کرامت اور معجزہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ انبیاء کرام معجزہ کے اظہار پر مامور ہوتے ہیں، اور ولی پر کرامت کا اخفاء واجب ہے، نبی دعویٰ کے ساتھ قطعی بات کہتا ہے، اور ولی نہ اپنی کرامت کا مدعی ہوتا ہے، اور نہ اس پر قطعی ہونیکا

حکم لگاتا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے یہ محض ولی کا فکر ہو،

اور اس فن میں یگانۂ روزگار قاضی ابو بکر باقلانی فرماتے ہیں معجزہ انبیاء کے ساتھ خاص ہے، کرامت اولیاء سے ظاہر ہوتی ہے، اولیاء کے لئے معجزہ نہیں ہوتی، کیونکہ معجزہ کی شرط ہے کہ اس کے پاس دعوائے نبوت ہو، معجزہ بعینہٖ معجزہ نہیں ہوتا، بلکہ اوصاف کثیرہ کے بعد معجزہ ہوتا ہے، جب معجزہ کی شرائط میں سے کوئی شرط باقی نہ رہے تو معجزہ نہ ہوگا، اور معجزہ کی ایک شرط دعوائے نبوت ہے، ولی نبوت کا مدعی نہیں ہوتا، لہٰذا جو اس سے ظاہر ہوگا وہ معجزہ نہ ہوگا،

قشیریؒ فرماتے ہیں یہ جو کچھ ہم نے کہا ہے اسی پر ہمارا اعتماد ہے اور یہی ہمارا مسلک ہے، معجزہ کی اکثر شرطیں کرامت میں پائی جاتی ہیں مگر شرط نبوت، پس کرامت حق ہے اور وہ عادت کے خلاف ہوتی ہے، اور زمانہ تکلیف میں اس کا صدور ہوتا ہے، جس سے ظاہر ہو اس کی خصوصیت اور فضیلت کو بتلاتی ہے، کبھی اختیار و دعاء سے ظاہر ہوتی ہے، اور ولی مخلوق کو اپنی طرف بلانے پر مامور نہیں ہوتا، اور اگر کچھ اس قسم کی بات ظاہر کرے بشرطیکہ ولی اس کا اہل ہو جائز ہے،

اہل حق کا اس میں اختلاف ہے کہ ولی کے لئے ولایت کا اظہار جائز ہے یا نہیں؟ امام ابو بکر بن فورک فرماتے ہیں جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے خوف جاتا رہتا ہے، اور امن مل جاتا ہے، ابو علی دقاق نے فرمایا ہے کہ جائز ہے، اسی کو ہم ترجیح دیتے ہیں اور یہی ہمارا قول ہے، ——— اور یہ سب اولیاء کے لئے ضروری نہیں ہے، یہاں تک کہ ہر ولی کو یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ ولی ہے، لیکن بعض کے لئے جائز ہے کہ انھیں معلوم ہو جائے (اور وہ ظاہر بھی کر دیں) جیسا کہ بعض کے لئے جائز ہے

کہ انھیں معلوم ہی نہ ہو، جب کسی کو اپنا دلی ہونا معلوم ہو جائے تو یہ اس کی کرامت اور خصوصی امتیاز ہے، کسی ولی کے لئے کرامت ظاہر ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ سب اولیاء کے لئے بعینہٖ وہی کرامت ظاہر ہو جائے، بلکہ دنیا میں اگر ولی سے کوئی بھی کرامت صادر نہ ہو تو یہ اس کا نقص نہیں ہے، برخلاف انبیاء کے، کیونکہ ان کے لئے معجزات کا ہونا لازمی ہے[1]، وہ مخلوقِ خدا کی طرف مبعوث ہوتے ہیں، اور لوگ اس کی سچائی پہچاننے کے محتاج ہیں، اور یہ صرف معجزہ سے ظاہر ہوتی ہے، ولی کا معاملہ اس کے برعکس ہے، نہ مخلوق پر واجب ہے کہ اس کا ولی ہونا معلوم ہو، اور نہ ولی کو اپنی ولایت کا علم ضروری ہے، دس صحابہؓ کے جنتی ہونے کی حضورؐ نے تصدیق کی ہے،

جن لوگوں نے ولایت کے اظہار کو اس لئے ناجائز کہا ہے کہ اس سے خوف جاتا رہتا ہے تو کوئی حرج نہیں، اگر انجام کی تبدیلی کا ڈر جاتا رہے، لیکن جو ہیبت و اجلال حق سبحانہٗ کے لئے اولیاء کے قلوب میں ہوتا ہے وہ خوف کے ساتھ بڑھتا ہی رہتا ہے،

استاد قشیریؒ فرماتے ہیں ولی کے لئے اپنی کرامت پر لزوم اور ملاحظہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے ظہور سے اُن کا یقین پختہ اور بصیرت زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے، اور ان کو اپنے عقائد کی صحت کی دلیل مل جاتی ہے، واللہ اعلم

---

[1] ظاہر یہ ہے کہ انبیاء سے مراد رسول صاحبِ شریعت ہیں، اس لئے کہ لوگ انہی کی تصدیق کے لئے معجزہ کے محتاج ہیں تاکہ ان کی شریعت پر عمل کر سکیں، نبی پر صرف وحی آتی ہے، شریعت کی تبلیغ پر مامور نہیں ہوتے اور جب تک تبلیغ پر مامور نہیں ہیں معجزہ اُن کے لئے ضروری نہیں ہے، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبی سے رسول ہی مراد ہیں، کیونکہ دونوں لفظ ہم معنی بھی مستعمل ہیں ۱۲ منہ

فصل، امتی کی کرامت کا نبی کے معجزہ میں شمار ہی،

قشیریؒ فرماتے ہیں اگر یہ سوال کیا جائے کہ کرامات کے ظہور کا جو اپنے معنی میں معجزہ سے زیادہ ہیں معجزات انبیاء کے بعد کیا جواز ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ کراماتِ اولیاء نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ملحق ہیں، کیوں کہ جو شخص اسلام میں سچا نہیں ہے اس سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی، تو جس نبی کے امتی سے کرامت ظاہر ہو وہ اس نبی کے معجزات میں شمار ہوگی، کیونکہ اگر وہ نبی سچے نہ ہوتے تو ان کے امتی سے کرامت ظاہر نہ ہوتی، جو خود نبی کے معجزہ کا تابع ہے،

فصل، ولی نبی سے افضل نہیں ہو سکتا،

قشیریؒ فرماتے ہیں، کیا ولی کی تفضیل نبی پر جائز ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ اولیاء انبیاء کے رُتبہ کو نہیں پہونچ سکتے، علیہم الصلوٰۃ والسلام، اسی پر اجماع ہے،

فصل، کراماتِ اولیاء کی کیفیت

استاد قشیریؒ کہتے ہیں کہ یہ کرامتیں کبھی دعاء کے مقبول ہونے کی صورت میں یا فاقہ کے وقت بغیر کسی سبب کے کھانا ظاہر ہونے کی شکل میں یا پیاس کے وقت پانی کا آجانا یا مسافت کا کم وقت میں طے ہو جانا، یا دشمن سے چھٹکارا ملنا، یا کسی ہاتفِ غیبی سے سن لینا، یا اسی قسم کی دوسری باتیں ہوتی ہیں جو افعالِ عادی کے سوا ہوتی ہیں،

فرماتے ہیں :۔ اور جاننا چاہیئے اکثر مقدرات قطعی ہوتے ہیں اُن پر کسی ولی کی کرامت کا حکم لگانا صحیح نہیں ہوتا، بداہتاً یا مشابہ بداہتہ سے ان کو معلوم کیا جاسکتا ہے جیسے ماں باپ کے بغیر انسان کی پیدائش، اور پتھر کو جانور کی شکل میں بدل دینا، اس کی مثالیں بہت ہیں،

فصل، اولیاء کرام کی قسمیں

قشیریؒ فرماتے ہیں :۔ ولی دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک فعیل و قدیر، فعیل فاعل کا مبالغہ ہے، جیسے علیم عالم کے معنی میں، اور قدیر بمعنی قادر، فعیل و قدیر کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اولیاء سے طاعت کا صدور مسلسل ہوتا ہے اور درمیان میں معصیت نہیں ہوتی، دوسری قسم فعیل کی بمعنی مفعول ہے، جیسے قتیل مقتول کے معنی میں اور جریح مجروح کے معنی میں آتا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ ایسے لوگوں کی خود مستقل حفاظت و نگرانی کرتا ہے، اور ان کو تنہا نہیں چھوڑتا جس سے معصیت کی قدرت ہو، اس کی توفیق ہمیشہ اُن کے ساتھ ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ اطاعت پر قدرت ہوتی ہے[1]، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ وہ نیکوکاروں کا ولی و نگراں ہے،

[1] مذہب اشعری کو اختیار کیا، کیونکہ ان کے نزدیک توفیق طاعت پر قدرت دینے کو کہتے ہیں، امام الحرمین کے کے نزدیک طاعت کا نام ہی توفیق ہے، جلال الدوانی صدیقی کہتے ہیں ظاہر تو وہی ہے جو امامؒ نے کہا، کیونکہ طاعت پر قدرت تو ہر مکلف میں پائی جاتی ہے، ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ قدرت مؤثرہ جو عمل سے قریب ہو، بہرحال بات وہیں پہونچ جاتی ہے جو امام الحرمین نے کہا ہے، کلنبوی نے اس کی تفصیل کی ہے، امام الحرمینؒ کی تعریف بہتر ہے کیونکہ مختصر ہے اور تاویل کی محتاج نہیں ۱۲ منہ

فصل، نبی اور ولی دونوں عبد صالح ہیں

عبد صالح کا اطلاق نبی اور ولی دونوں پر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِیْنَ ۝ وَاَدْخَلْنٰھُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّھُمْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝

"اور اسمٰعیل وادریس اور ذوالکفل سب کے سب صابروں سے تھے انکو ہم نے اپنی رحمت میں لیلیا بیشک وہ صالحین میں سے ہیں"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ ۝

"یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے اپنا انعام کیا ہو، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے"

اور حدیث صحیح میں ہے:۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّہٗ رَجُلٌ صَالِحٌ،

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے لئے فرمایا، یہ رجل صالح ہیں"

اس معنی میں آیات واحادیث بہت ہیں،

صالح کی تعریف میں امام ابو اسحٰق زجاج نے اپنی کتاب "معانی القرآن" میں اور ابو اسحٰق ابن قتر قول صاحب "مطالع الانوار" نے کہاہے جو شخص حقوق اللہ اور حقوق العباد پورے پورے ادا کرتا ہو وہ صالح ہے،

فصل، ولی معصوم نہیں ہوتا

امام قشیریؒ فرماتے ہیں، کیا ولی معصوم ہوتا ہے یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں وجوبی طور سے جیسے انبیاء ہیں، وہ "نہیں"۔ ہاں محفوظ ہوتا ہے، گناہوں پر جمتا نہیں، اگرچہ بعض اوقات غلطیاں اور لغزشیں ہو سکتی ہیں، اس سے اُن کی ولایت میں فرق نہیں پڑتا،

جنیدؒ سے پوچھا گیا، عارف زنا کا مرتکب ہو سکتا ہے؟ آپ نے تھوڑی دیر کیلئے گردن جھکائی، پھر فرمایا: "اللہ کا حکم ہر حال میں ہو کر رہتا ہے"

فصل، اولیاء پر خوف باقی رہتا ہے

قشیریؒ فرماتے ہیں اگر یہ پوچھا جائے کیا خوف اولیاء سے ختم ہو جاتا ہے؟ ہم کہینگے اکابر پر خوف باقی رہا، اور جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے شاذ و نادر سے ختم بھی ہو جاتا ہے،

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں "اگر کوئی ولی کسی باغ میں داخل ہو جس میں بہت سے درخت ہوں اور ہر درخت پر ایک پرندہ فصیح زبان میں کہے السلام علیک یا ولی اللہ، اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ مکر ہے تو دھوکہ کھا جائے گا" اس قسم کی بہت سی حکایتیں ہیں،

اگر کہا جائے کیا ولی سے خوفِ مکر بھی ختم ہو سکتا ہے؟ ہم کہیں گے اگر وہ موجودین سے منقطع اور اپنے حال سے بھی بے خبر ہے تو وہ ان تسلطوں سے آزاد ہے، اور خوف موجودین کی صفت سے ہے،

فصل، ولی کے اوصاف

قشیریؒ فرماتے ہیں اگر پوچھا جائے حالتِ صحو میں ولی کے کیا اوصاف ہیں، تو

ہم کہیں گے اللہ کے حقوق کی ادائیگی میں سچائی، مخلوق پر ہر حالت میں رافت وشفقت اور سب کیلئے انبساطِ رحمت، اچھے اخلاق سے ان کی باتوں کا تحمل اور ان کی طلب کے بغیر اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے حسنِ سلوک کا سوال، مخلوق کی نجات سے تعلق خاطر، ان پر اپنا حق جمانے سے بچنا، ان کے اموال سے ہاتھ روک لینا، ہر قسم کی طمع سے بچنا، اُن کی بُرائی سے زبان کو روکنا، اور ان کی بُرائیوں میں حاضر نہ ہونا، اور دنیا وآخرت میں اُن کا دشمن نہ ہونا[1]،

میں کہتا ہوں اس کا مطلب یہ ہو کہ وہ دنیا میں اپنے حقوق کا انسانوں سے طالب نہیں ہوتا، اور نہ ان کے حقوق میں کمی کرتا ہے، کہ وہ آخرت میں اس سے مطالبہ کریں، فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ اور کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ابن سنی کی سند سے حضرت انس رضؓ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

اَيَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّكُوْنَ كَاَبِيْ ضَمْضَمٍ — کیا تم میں کا ایک اس بات سے عاجز ہو کہ وہ ابو ضمضم

قَالُوْا وَمَنْ اَبُوْ ضَمْضَمٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ — کی طرح ہوجائے، صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہؐ

---

[1] مومن کے بھی یہی اوصاف ہیں، ولی کے ساتھ خاص کردینے سے لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ان اوصاف کے پالینے سے عاجز ہیں کیونکہ یہ ولی کا خاصہ ہیں اور ولایت اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہو جسے چاہتا ہو دیتا ہو، انسان اپنی کوشش سے اس کو حاصل نہیں کرسکتا، بہت سے صوفیہ بھی اسے عجیب بناکر پیش کرتے ہیں جس سے عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ولایت کے مرتبہ کو پانا بہت دشوار ہو، حالانکہ ولایت شریعت محمدیہ پر استقامت اور احکام دین کی پیروی کا نام ہے، جو صفات ذکر کی گئی ہیں ان سب کا اللہ نے حکم دیا ہو کہ ان کے مطابق عمل کیا جائے، یہ کوئی دشوار بات نہیں، اور نہ ہی خرق عادت ہو، بلکہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے، جو شخص اُن کو بجالانے سے قاصر ہے اس کے اعتقاد میں خلل ہو، ہاں وہ اوصاف کہ ایسے جن کے کرنے پر ثواب ہو، اور چھوڑ دینے پر کوئی مواخذہ نہیں، وہ اولیاء کا خاصہ ہیں، کاش کہ ولی کے بجائے لفظ مومن ہوتا، تاکہ مسلمان کا عزم کمزور نہ ہوتا، اور وہ یہ نہ سمجھتا کہ یہ اسکی طاقت سے باہر ہو، یہ تمام کی تمام صفات وہی ہیں جو کتاب وسنت سے قطعی طور سے ثابت ہیں، اور جن کا ذکر اس کتاب میں بھی گذر چکا ہے ۱۲ منہ

قَالَ کَانَ اِذَا اَصْبَحَ قَالَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ وَھَبْتُ نَفْسِیْ وَعِرْضِیْ لَکَ فَلَا یَشْتِمُ مَنْ شَتَمَہٗ وَلَا یَظْلِمُ مَنْ ظَلَمَہٗ وَلَا یَضْرِبُ مَنْ ضَرَبَہٗ،

ابوضمضم کون؟ فرمایا جب وہ صبح کرتا تو کہتا اے اللہ میں نے اپنی جان اور آبرو تجھے ہبہ کر دی، جو مجھے گالی دیگا اُسے گالی نہ دونگا اور جو ظلم کریگا اُس پر ظلم نہ کرونگا اور جو ماریگا اُسے ماروں گا نہیں ؛

مطلب یہ ہو کہ وہ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ لیں گے بلکہ معاف کر دیں گے[1]، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ، برائی کا بدلہ اسی کے برابر بُرائی سے لے،

فصل، اولیاء کی سب سے بڑی کرامت

قشیریؒ فرماتے ہیں اولیاء کی سب سے بڑی کرامت طاعات پر مداومت کی توفیق اور گناہ و مخالفت سے عصمت ہو، میں کہتا ہوں مخالفت میں وہ اعمال داخل ہیں جو گناہ میں نہیں آتے، جیسے کراہۃ تنزیہی، یا اُن خواہشات کو چھوڑنا جن کا نہ کرنا مستحب ہے،

فصل، کیا دنیا میں حق تعالیٰ کا دیدار جائز ہی؟

قشیریؒ فرماتے ہیں اگر پوچھا جائے کیا دنیا میں رویت باری ان آنکھوں کے ساتھ بطور کرامت جائز ہے؟ ہم کہیں گے صحیح یہی ہے کہ جائز نہیں، اسی پر اجماع ہے، میں نے ابوبکر بن فورک سے سُنا وہ ابوالحسن اشعری سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے اس بارے میں دو رائیں اپنی کتاب "رویت الکبیر" میں ذکر کی ہیں، ہم کہتے ہیں علماء نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہو کہ اولیاء کو دنیا میں رویت[2] حق حاصل نہیں ہوتی، اس وجہ سے نہیں کہ

---

[1] وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی میں اسی طرف اشارہ ہو ۱۲ منہ [2] شیبانیہ میں ہو جس شخص نے کہا کہ اس نے اللہ کا دیدار دنیا میں ان آنکھوں سے کیا ہو وہ زندیق ہو، اس نے سرکشی کی اور نافرمانی کی، تمام آسمانی کتابوں اور شرائعِ الٰہی کی مخالفت کی، اور شریعت سے کوسوں دُور ہو گیا ۱۲ منہ

محال ہے، بلکہ اہل حق کے نزدیک عقلاً ممکن ہے، صحابہؓ اور دوسرے حضرات نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شب معراج کی رویت کے بارے میں بھی اختلاف کیا ہے، اکثر علماء کا پسندیدہ مسلک یہی ہے کہ شب معراج آپؐ کو رویتِ حق ہوئی، یہی ابن عباسؓ کا قول ہے، شروع شرح صحیح میں میں نے اس کے مقاصد کو تفصیل سے بیان کیا ہے،

فصل، کیا ولی کا انجام بدل سکتا ہے؟

قشیریؒ فرماتے ہیں اگر کہا جائے کیا یہ جائز ہو کہ آدمی ولی ہو اور پھر اس کا انجام بدل جائے؟ ہم کہیں گے جن لوگوں نے ولی کے لئے حُسن خاتمہ کی شرط لگائی ہے اُن کے نزدیک جائز نہیں اور جو فی الحال ولایت کے قائل ہیں اُن کے نزدیک جائز ہے، کہ ولی وصدیق ہو پھر حالت بدل جائے، اسی قول کو ہم ترجیح دیتے ہیں، اور یہ صحیح ہے کہ ولی کو اس کا علم ہو جائے کہ اس کا انجام صحیح ہے، یہ اس کی کرامت ہوگی، اس مسئلہ کو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں، کہ ولی کے لئے جائز ہے اسے اپنا ولی ہونا معلوم ہو جائے،

فصل، مواہب و کرامات کے واقعات

کرامت کی تعریف پہلے بیان ہو چکی ہے، مواہب، موہبہ کی جمع ہے، یہ خارقِ عادت نہیں ہوتی، لیکن عادت کے لحاظ سے دُور کی چیز ہوتی ہے، جس سے بعض لوگ ممتاز ہوتے ہیں، اور صرف اولیاء کے لئے خاص نہیں ہوتی، بلکہ دوسروں سے بھی صادر ہوتی ہے اس باب میں انشاء اللہ تعالیٰ کچھ کرامات اور اچھے مواہب ذکر ہوں گے، فرمایا اللہ تعالیٰ نے كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ، اور فرمایا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ،

ہمیں شیخ امام صالح قاضی ابو محمد عبد الرحمٰن بن شیخ امام صالح ابو عمر محمد بن احمد بن محمد

ابوالفتح عبدالملک بن ابی قاسم بن قدآ نے خبر دی بواسطہ ابو جعفر عمر بن محمد بن معمر بن طبرزد، ابو نصر عبدالعزیز الکرخی، ابو عامر محمود بن قاسم بن محمد ازدی (اور) ابو بکر احمد بن عبد الصمد خزرجی (اور) ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب بن عمر رفانی، ابو محمد عبد الجبار بن محمد بن عبد اللہ بن جراح جراحی، ابی القاسم مجبوبی، امام ابو عیسیٰ ترمذی، عمران بن حفص، عبداللہ بن وہب عمر بن حارث، دراج،

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَنْ یَّشْبَعَ الْمُؤْمِنُ مِنْ خَیْرٍ یَّسْمَعُہٗ حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَہَاہُ الْجَنَّۃَ، قَالَ التِّرْمِذِیُّ حَدِیْثٌ حَسَنٌ،

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ نے ارشاد فرمایا مومن کا پیٹ خیر کی باتیں سننے سے نہیں بھرتا یہاں تک کہ وہ جنت میں پہونچ جائے " ترمذی نے کہا حدیث حسن ہے،

اسی اسناد سے ترمذی تک (آگے بواسطہ) علی بن حجر، مسلمہ بن عمرو کہتے ہیں عمرو بن ہانیؒ ہر روز ہزار رکعت نماز اور ہزار تسبیحیں پڑھتے تھے،

ہمیں ہمارے شیخ ابوالبقاء حافظ نے خبر دی (بواسطہ) ابو محمد، ابو بکر، خطیب، حسن بن محمد بزار، محمد بن جعفر ادمی، محمد بن موسیٰ شطوبی، ہارون بن معروف، حمزہ، عثمان، حضرت عطاءؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابومسلم خولانیؒ کی بیوی نے کہا اے ابومسلم ہمارے پاس آٹا نہیں ہے، آپ نے فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انھوں نے کہا ایک درہم ہے، جس کا ہم نے سوت بیچا ہے، آپنے کہا مجھے دو اور (جراب) تھیلا بھی دیدو، یہ لیکر آپ بازار گئے اور غلہ کی دکان پہ پہنچے، ایک سائل آپکے پاس آیا اور کہنے لگا، ابومسلم خیرات دو، آپ اس سے بچکر دوسری دکان پر پہنچے، وہ فقیر وہاں بھی پہونچ گیا، اور اصرار کرنے لگا، آپنے وہ درہم اسکو دیدیا، اور تھیلا مٹی سے بھر کر ڈرتے ڈرتے گھر پہنچے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھلتے ہی تھیلا رکھا، اور خود چلے گئے، بیوی نے تھیلا کھولا تو نہایت (حواری) عمدہ آٹا نکلا، انھوں نے

اسکی روٹی بنائی، جب (ہوِیّ) کافی رات گذر گئی، ابو مسلم آئے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، جب گھر میں داخل ہوئے تو بیوی نے (خوَّان) کھانا اور عمدہ روٹیاں سامنے رکھیں، آپنے پوچھا یہ کہاں سے آیا؟ کہنے لگیں وہی آٹا ہی جو تم لائے تھے۔ آپ کھاتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔

میں کہتا ہوں یہ حکایت کس قدر عمدہ اور کتنے اس کے فائدے ہیں، (جرَاب) جیم کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ دونوں لغت ہیں، کسرہ زیادہ فصیح ہے، (حوَارِیّ) حاء مہملہ کے ضمہ واؤ کی تشدید اور راء کے فتحہ اور یاء کی تخفیف کے ساتھ مشہور ہی، (ہوِیّ) واؤ کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ، اور ہاء میں فتحہ اور ضمہ دونوں لغت ہیں، فتحہ زیادہ فصیح اور مشہور ہی، رات کے ایک تہائی یا چوتھائی حصہ کو کہتے ہیں، (خوَّان) خاء کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ ہے، کسرہ زیادہ فصیح اور مشہور ہی، یہ لفظ عجمی ہی معرب ہے، جمع اخونہ اور خون ہے،

اور ابو مسلم صاحب کرامت ان کا نام عبد اللہ بن ثوب ہی (ثاء مثلثہ کے پیش، واؤ مفتوحہ ومخففہ اور باء موحدہ کے ساتھ) ان کو ابن اثوب، ابن ثواب، ابن عبد اللہ، ابن عوف، ابن اسلم، یعقوب بن عوف بھی کہا گیا ہے، لیکن صحیح و مشہور نام وہی ہے جو ہم نے لیا، یمنی ہیں، شام میں قصبۂ داریا میں جو دمشق کے متصل واقع ہے، سکونت اختیار کی، آپ کبار تابعین میں سے نہایت عابد و زاہد اور صاحبِ کرامات بزرگ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے چلے، راستہ ہی میں تھے کہ آنحضرتؐ وصال پا گئے، آپ مدینہ پہنچے اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ سے شرفِ ملاقات حاصل کیا، ان کی دوسری عمدہ کرامتوں کو امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب "الزھد" میں نقل کیا ہے، فرماتے ہیں:

ابو مسلم خولانی دجلہ پر گذرے، اور خشکی سے لکڑیاں اس میں گر رہی تھیں، آپ پانی پر چلنے لگے، اور صحابہؓ سے فرمایا، کیا تمھاری کوئی چیز گم ہوگئی ہے؟ اللہ سے دعا کرو؛

ایک دوسرے طریق سے اس طرح منقول ہے کہ آپ دجلہ کے کنارے کھڑے ہوئے، اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر اس کی نعمتوں اور بخششوں کا ذکر کیا، پھر آپ نے اپنی سواری کو آگے بڑھایا، وہ دریا میں چلنے لگی، اور لوگ بھی آپ کے پیچھے اتر گئے، یہاں تک کہ سب نے دریا کو پار کرلیا،

اور امام احمد بن حنبلؒ کی سند سے بھی منقول ہے کہ ابو مسلم سرزمینِ روم میں تھے، امیر نے ایک لشکر بھیجا، اور واپسی کا وقت بھی متعین کردیا، لیکن لشکر کے آنے میں دیر ہوئی ابو مسلم کو ان کی تاخیر سے فکر ہوئی، وہ اسی فکر میں ایک روز دریا کے کنارے وضو کر رہے تھے، ایک کوا سامنے درخت پر آکر بیٹھا، اور کہنے لگا اے ابو مسلم! تم لشکر کی فکر میں منہمک ہو؟ انھوں نے کہا "بیشک" اس نے کہا فکر نہ کیجئے، وہ کامیاب ہوگئے ہیں اور فلاں روز فلاں وقت پہونچیں گے، ابو مسلم نے کہا، اللہ تجھ پر رحم کرے، تو کون ہے؟ اس نے کہا "میں مسلمانوں کا دل خوش کرنے والا ہوں" لشکر جیسے اس نے بتایا تھا اسی وقت واپس ہوا۔

اور امام احمدؒ کی سند سے ہے کہ ایک روز ابو مسلم سرزمینِ روم میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے، وہ کہنے لگے اے ابو مسلم! گوشت کھانے کو دل چاہ رہا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہمیں گوشت ملے، ابو مسلم نے فرمایا اے اللہ تو نے ان کی بات سن لی، اور آپ اُن کے سوال پر قادر ہیں، فوراً ہی انھوں نے لشکر کی آواز سنی اور سامنے سے ایک ہرن دوڑتا ہوا آیا جس کا انھوں نے شکار کرلیا،

اور امام احمدؒ ہی کی سند سے ہے کہ حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں قحط پڑا، حضرت معاویہؓ استسقاء کے لئے نکلے، جب نماز کی جگہ پر پہونچے تو حضرت معاویہؓ نے ابو مسلمؒ سے کہا، آپ دیکھتے ہیں لوگوں پر کیا مصیبت آئی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے،

ابومسلمؒ نے کہا میں کروں گا، مگر مجھ پر ہلاکت شرط ہے، آپ دعا کے لئے کھڑے ہوئے، سر پر رومی ٹوپی تھی وہ آپ نے اتاری، اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی، "اے اللہ ہم آپ سے بارش مانگتے ہیں، اور میں آپ کے سامنے اپنے گناہ لے کر حاضر ہوا ہوں آپ مجھ کو خالی ہاتھ واپس نہ کیجئے" واپس نہ ہوئے تھے کہ بارش شروع ہوگئی، ابومسلم نے دعا کی، اے اللہ معاویہؓ نے مجھے ریاء وشہرت کی جگہ پر کھڑا کر دیا ہے، اگر میرے لئے آپ کے پاس بھلائی ہے تو مجھے اپنے پاس بلا لیجئے، یہ جمعرات کا دن تھا، اگلی جمعرات کو ابومسلمؒ کا انتقال ہوگیا،

اور حافظ کی اسناد سے طاہر سلفی تک، شرجیل بن مسلم سے منقول ہے کہ اسود بن قیس عنسی نے جب یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا، تو ابومسلم خولانی کو طلب کیا، وہ آئے تو ان سے پوچھا کیا تم میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ تو انھوں نے فرمایا میں نے سُنا نہیں، (کیا کہتے ہو) اس نے پوچھا، کیا محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں؟ آپ نے فرمایا "ہاں" کئی مرتبہ اس نے اسی طرح سے پوچھا، آپ نے یہی جواب دیا، اس نے آگ دہکانے کا حکم دیا، آگ دہکائی گئی تو اس میں آپ کو ڈال دیا، آگ نے ابومسلم کو کوئی نقصان نہیں پہونچایا، اسود سے کہا گیا ان کو یہاں سے نکال دو، ورنہ تمھارے متبعین بھی بدظن ہو جائیں گے، اس نے ابومسلم کو کوچ کا حکم دیا، ابومسلمؒ مدینہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ خلیفہ تھے، ابومسلم نے اپنی سواری مسجد کے سامنے بٹھائی، اور ایک ستون کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، حضرت عمرؓ نے دیکھ لیا، حضرت عمرؓ ان کے پاس گئے، اور پوچھا، کہاں سے تعلق ہے؟ فرمایا: "یمن والوں سے" فرمایا "شاید تم وہی ہو جنھیں آگ میں ڈالا گیا تھا؟" کہنے لگے" وہ

تو عبداللہ بن ثوب ہیں، فرمایا "میں تمھیں قسم دیتا ہوں کیا تم وہی ہو؟" ابو مسلم نے کہا "جی ہاں" حضرت عمرؓ نے گلے سے لگالیا، اور رو پڑے، اور اپنے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے پاس لے گئے، اور دونوں کے درمیان بٹھلایا، اور فرمایا "سب تعریف خدا کے لئے ہے، جس نے مجھے مرنے سے پہلے اُمتِ محمدیہ میں ایسے شخص کو دکھلایا جس کے ساتھ اس نے وہی کیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔"

میں کہتا ہوں یہ بہت بڑی کرامت اور قیمتی حالات عجیبہ میں سے ہے، آپ کا یہ فرمانا "میں نے سنا نہیں" اس کے دو مطلب ہیں، پہلا یہ کہ مجھے یہ بات قبول نہیں' دوسرا یہ کہ اس کلمۂ باطل اور فحش کے سننے سے اللہ نے آپ کے کانوں کو بند کر دیا، بعض ائمہ نے پہلے ہی مطلب کو لکھا ہے، لیکن دوسرا مطلب میرے نزدیک زیادہ بہتر ہے،

احمد بن حواری نے کتابُ الزھد میں لکھا ہے کہ مجھ سے سلیمان نے بیان کیا کہ عبدالواحد بن زیادؒ کو فالج ہو گیا تھا، انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وضو کے وقت مجھے اس سے چھٹکارا مل جایا کرے، جب وضو کا وقت ہوتا تو بستر سے کھڑے ہوتے اور باقاعدہ وضو کر کے آتے، جب بستر پر پہونچتے تو پہلی حالت عود کر آتی،

قشیریؒ کی ہماری پہلی سند سے منقول ہے کہ انھوں نے ابو حاتم سجستانی سے سنا کہ ابو نصر سراج فرماتے ہیں کہ ہم تستر گئے، تو سہل بن عبداللہ کے مکان میں گئے، وہاں ہم نے ایک مکان دیکھا جسے لوگ بیت السباع کہتے تھے، ہم نے اس بارے میں معلوم کیا تو لوگوں نے بتایا کہ درندے حضرت سہلؒ کے پاس آیا کرتے تھے وہ ان کو اس مکان میں چھوڑ دیتے تھے، اُن کی مہمانداری کرتے تھے، گوشت

کھلاتے تھے، اور اُن کے پاس جاتے تھے، ابو نصر کہتے ہیں اہلِ تستر اس پر متفق تھے،

اور اسی سند سے قشیری تک (بواسطہ) احمد بن محمد یمنی، عبداللہ بن علی صوفی، حمزہ بن عبداللہ علوی کہتے ہیں میں ابو الخیر تیناتیؒ کے پاس گیا، دل میں ارادہ تھا کہ صرف ملاقات کر کے آجاؤں گا، ان کے پاس کھانا نہیں کھاؤں گا، جب میں اُن سے مل کر تھوڑی دُور چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ خود میرے پیچھے آرہے ہیں، اور کھانے کا طباق ساتھ ہے، کہنے لگے "اے جوان اب کھالو، تمھارے ارادہ کا وقت تو ختم ہوچکا" حمزہ کہتے ہیں ابو الخیر کی کرامات مشہور تھیں،

ابراہیم رقی سے منقول ہے کہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا، تو آپ نے مغرب کی نماز پڑھائی، لیکن سورۂ فاتحہ قاعدہ سے تلاوت نہیں کی، میں نے اپنے دل میں کہا میرا سفر بیکار گیا، میں نماز کے بعد طہارت کے ارادہ سے نکلا، تو ایک شیر نے میرا تعاقب کیا، میں واپس اُن کے پاس آیا، اور ان سے یہ بات کہی تو وہ نکلے، اور شیر کو منع کیا، اور فرمایا، کیا میں نے تم سے نہیں کہا ہے کہ میرے مہمانوں سے تعرض نہ کیا کرو، شیر دور ہٹ گیا، میں طہارت سے فارغ ہو کر لوٹا، تو آپ نے فرمایا "تم لوگ ظاہر کی درستی پر لگے تو شیر سے ڈر گئے، ہم نے باطن کی اصلاح کر لی تو شیر ہم سے ڈرنے لگے"

میں کہتا ہوں بعض ظاہر بیں فقہاء کو شبہ ہوگا اور حقیقت میں وہ فقیہ نہیں ہیں کہ ابو الخیر کی نماز فاسد ہوگی، کیونکہ فاتحہ ٹھیک سے نہیں پڑھی، جو شخص ایسا سمجھے یہ اس کی جہالت اور بیوقوفی ہے، اور اولیاء اللہ کے بارے میں بدگمانی پر جسارت ہے، عقلمند کو ایسی باتوں سے بچنا چاہئے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ جب اس قسم کی

کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو جاننے والوں سے پوچھ لینا چاہئے، جب اس قسم کی کوئی بات سامنے آجائے جو بظاہر مخالفِ شرع ہے اور حقیقت میں مخالف نہیں ہے تو ایسے موقع پر اولیا، اللہ کے افعال میں تاویل کی گنجائش ہے،

اس واقعہ کا جواب تین طرح سے ہو سکتا ہے،

اوّل یہ کہ اس سے سورۂ فاتحہ میں ایسا لحن ہوا جس سے معنیٰ میں فرق نہیں پڑتا، اور اس سے بالاتفاق نماز فاسد نہیں ہوتی،

دوسرے یہ کہ زبان کی مجبوری تھی، اس صورت میں بھی نماز بالاتفاق صحیح ہے،

تیسرے۔ کہ کوئی عذر نہ تھا، جب ہی نماز صحیح ہو گئی، کیونکہ امام ابو حنیفہؒ اور دوسرے علماء کے نزدیک قرأتِ فاتحہ فرض نہیں ہے، اور ولی کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ایسے مذہب کا پابند ہو جس میں قرأتِ فاتحہ فرض ہو، میں نے اس کو شیخ کی تحریرات میں بھی دیکھا ہے ؛

باب چہارم

دلچسپ حکایات

جاننا چاہیے کہ یہ باب زہد کے مضامین میں نہیں ہے، بلکہ اس میں ایسی باتیں ہیں جن سے طبیعت تھکاوٹ کے بعد خوش ہو جائے، اور زاہد کو کبھی دوسری باتوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو زہد کے خلاف نہ ہوں، اور وہ اس کا خیال نہیں رکھتے، اور لوگوں کی گفتگو میں شامل ہو جاتے ہیں جس میں غیبت اور دوسری ناجائز باتیں بھی آجاتی ہیں۔

جب وہ ان واقعات میں مشغول ہوں گے تو ان کے دل اس کے مشتاق ہوں گے، اور ناجائز باتوں سے بھی بچ جائیں گے، اس کے باوجود یہ حکایات ایسے فائدوں سے خالی نہیں ہیں جن سے طالبِ آخرت فائدہ اٹھا سکتا ہے،

ابو حاتم رازیؒ سے منقول ہے (یہ بڑے محدثین میں سے ہیں)، کہ میں بغداد میں سلیمان بن حرب کی مجلس میں حاضر ہوا، ان کی مجلس میں چالیس ہزار آدمی جمع تھے، یہ مجلس مامون الرشید کے محل کے پاس تھی، مامون نے آپ کے لئے منبر بنوا دیا تھا، سلیمان منبر پر چڑھے، مامون بھی محل پر موجود تھے، انھوں نے دروازہ کھولا جس پر پردہ پڑا ہوا تھا، مامون بھی جو آپ فرماتے تھے اسے لکھتے تھے، پہلا کلمہ جب آپ نے بولا غالباً حَدَّثَنَا حَوْشَبُ بْنُ عَقِیْلٍ تو لوگوں کو آواز نہ پہونچی،

اور تقریباً دس مرتبہ آپ سے پوچھا گیا، اور ہر مرتبہ لوگوں نے یہی کہا کہ ہمیں آواز نہیں آرہی ہے، سب نے اتفاق کیا کہ مستملی کو بلایا جائے، جب مستملی آیا اور آپ نے دوبارہ شروع کیا، تو آپ کی آواز یکایک نہایت بلند ہوگئی، سب خاموش ہوگئے اور مستملی بھی بیٹھ گئے، صرف ہارون مستملی تھے،

ابو حاتمؒ سے جس حدیث کے متعلق بھی پوچھا جاتا وہ پوری سند بیان کردیا کرتے تھے،

ابو سعید سمعانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ قاضی امام ابو عبداللہ محاملی کی مجلس املاء میں دس ہزار آدمی ہوتے تھے، اور میں نے شیخ کے مخطوطات میں دیکھا ہے کہ "میں نے حافظ زین الدینؒ سے دو مرتبہ سنا، آخری مرتبہ ۳، رمضان ۶۵۰ھ چہارشنبہ کے دن، فرماتے تھے شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے دمشق میں وعظ کہا، تلاوت الاعز بن ابراہیم نے کی، شیخ کو وجد آگیا، اور کپڑے اُتار دیئے، جمال الدین نے لوگوں سے ان کپڑوں کو بطور تبرک پانچ سو درہم میں خریدا، شیخ رحمہ اللہ اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے، بلکہ نماز، قرأت اور ذکر میں مشغول رہتے تھے، ہمارے شیخ بغداد میں آپ کی صحبت میں رہے تھے، اور آپ سے خرقہ ملا تھا،

میں نے اپنے شیخ شرف الدین ابو اسمٰعیل محمد بن ابراہیم سے ۱۴، رمضان ۶۵۹ھ جمعہ کے دن دمشق کے مدرسۂ رواحیہ میں سنا، وہ شیخ فقیہ محمد برسی سے روایت کرتے تھے کہ ہم نے حافظ عبدالغنی کو دیکھا، ہمارے ساتھ ایک جماعت تھی، جن میں مفتی بھی تھے، جب حافظ صاحب نے کرسی کے درجہ پر قدم رکھا، تو میں نے اپنے دل میں کہا، کس چیز کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انھیں ہم پر فضیلت دی ہے؟ حافظ صاحبؒ میری

طرف متوجہ ہوئے، اور فرمایا "خدمت کی بناء پر۔" (متعدد بار فرمایا) میں نے کہا "میں اللہ پر ایمان لایا۔"

میں نے شیخ کمال الدین سلار سے سنا ہے کہ بعض فقہاء نے "مہذب" کو سر کے نیچے رکھ لیا، اور سو گئے، رات میں بدخوابی ہوگئی، اور شیخ ابو اسحٰق مصنفِ مہذب کو خواب میں دیکھا کہ پیر سے ٹھوکر مار کر کہہ رہے ہیں اُٹھ جاؤ، کیا تمھارے لئے یہ کافی نہیں ہے کہ مہذب کو سر کے نیچے رکھ کر سو گئے اور جنبی ہو گئے۔"

میں نے اپنے شیخ عزّ الدین ابو جعفر عمر بن اسعد سے ۲ شعبان ۶۵۹ھ کو مدرسہ رواحیہ دمشق میں سنا، بعض فقہاء بیان کرتے تھے، کہ شیخ نے "نہایت المطلب" لکھی اور میری عادت تھی کہ میں رات کو لکھا کرتا تھا، ایک رات میں لکھ رہا تھا، کہ میری نظر چراغ پر پڑی، اس میں تیل کم تھا، جو پورے کام کے لئے کافی نہ تھا، میں پھر لکھنے میں مشغول ہو گیا، اور تیل کا خیال ذہن سے جاتا رہا، یہاں تک کہ میں نے اپنے اوراق پورے کر لئے، اور ان کو گننے لگا، جب گن چکا اور مجھے اپنی دعاء کا خیال آیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے چراغ کی طرف دیکھا تو چراغ فوراً بجھ گیا۔"

شیخ فقیہ نجم الدین عیسٰی کردی کی وفات ۶۵۶ھ میں ہوئی، وہ دمشق کے مدرسہ رواحیہ میں فقیہ تھے، میں نے اُن کی وفات کے چند روز کے بعد جمعہ کی رات کو انھیں خواب میں دیکھا، اور میں نے خواب میں پہچان لیا کہ یہ مر چکے ہیں، میں نے سلام کیا، اور کہا اے نجم الدین کیا آپ زندہ ہو گئے تب ہی آئے ہیں؟ میں نے ان سے کہا، غزالیؒ نے اپنی کتاب "احیاء علوم الدین" میں کہا ہے کہ موت ایک مشکل معاملہ ہے، اور کوئی مرنے کے بعد واپس نہیں آیا، کہ ہمیں موت کی حقیقت سے

باخبر کرتا اور اس کی حقیقت وہی شخص پہچانتا ہے جو اس کا ذائقہ چکھ لے، میں نے کہا، موت کی بھی بتلائیے، فرمایا "موت اگرچہ دشوار ہے، لیکن مختصر سا وقت ہے جو گذر جاتا ہے"۔ میں نے کہا، آپ کی کیا حالت ہے! فرمایا "یہاں یعنی اللہ کے نزدیک بہت بڑی خیر ہے"۔ گویا کہ آپ نے بتایا کہ حالت اچھی ہے، اسی سال فقیہ شمس الدین نووی کا انتقال ہوا، میں نے ان کے لئے ختم پڑھا، اور ان کو بھی خواب میں دیکھا، اور پہچان لیا کہ مر چکے ہیں، میں نے پوچھا، کیسی حالت ہے؟ کیا آپ جنت میں ہیں؟

انھوں نے فرمایا "نہیں، ابھی جنت میں نہیں جا سکتے، بلکہ دوسری جگہ پر آرام سے ہیں"۔ میں نے کہا، آپ نے سچ فرمایا، ابھی جنت میں انبیاء اور شہداء کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جا سکتا، قیامت سے پہلے وہ دوسرے مقامات پر آرام سے رہیں گے، اور اس کے بعد جنت میں داخل ہوں گے، جیسا کہ شریعت میں آیا ہے، پھر میں نے کہا، کیا روح بدن میں قبر میں رکھنے سے پہلے لوٹ آتی ہے یا بعد میں؟ فرمایا "قبر میں رکھنے کے بعد"۔ (اللہ ان پر، ہم پر، ہمارے والدین، مشائخ، شاگرد اور تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے، آمین)۔

میں نے شیخ امام شمس الدین سے منگل کے دن ۲۳ رجادی الاول ۶۶۱ھ میں خانقاہ سمیعاتیہ دمشق میں سنا، فرماتے تھے کچھ روز ہوئے ہمارے اصحاب میں سے دو شیخوں کے درمیان اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی کہ قرآن، مصحف اور سینوں میں بر سبیل حلول نہیں ہے، جیسا کہ ہمارے اصحاب نے کہا ہے، اور یہ کہ قرآن کے روشنائی سے لکھے ہوئے حروف کلام قدیم نہیں ہیں، بلکہ اس پر دلالت کرتے ہیں، پھر انھوں نے امام الحرمین کی کتاب الارشاد منگائی، اور اسے دیکھا اور لوٹ گئے،

میں نے اس رات خواب میں دیکھا کہ ایک دریا ہے، اور اس کے درمیانیں کوئی چیز ہے، جو سب لوگوں کا مطلوب ہے، اور تمام علماء اسلام اس کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ وہ کیا ہے، لیکن اس کو پا نہیں رہے،

میں نے امام الحرمین کو دیکھا کہ وہ لوگوں کے درمیان سے آئے، اور کپڑے سمیٹ کر دریا میں داخل ہو گئے، تقریبًا پندرہ گز تک چلے، اور آگے نہ بڑھ سکے، وہیں ٹھہر گئے، اور تمام علماء دریا کا احاطہ کئے ہوئے اس چیز کو دیکھ رہے ہیں، علماء کے پیچھے بہت مخلوق جمع ہے، جن میں وہ لوگ ہیں جو علومِ عقلیہ، منطق، ہیئت، اصولِ دین میں مشغول تھے، اور سب سے بعد میں وہ لوگ ہیں جو جدل وخلاف میں مشغول تھے، قلتِ دین، سوءِ اعتقاد، اور ترکِ صلوٰۃ میں مشہور تھے، اور جنھیں میں بھی پہچانتا ہوں، وہاں کچھ گتے ہیں جو ان سب پر موت رہے ہیں، اسی مقام پر میں ایک شخص کو دیکھا جسے میں پہچانتا ہوں، لیکن نام لینا پسند نہیں کرتا، یہ بھی اسی قسم کا تھا، یہ شخص مدہوشی کے عالم میں ہے۔

ہم اللہ کریم، محسن، عظمت و سلطنت والے سے سوال کرتے ہیں کہ ہمارا، ہمارے والدین کا، مشائخ، شاگرد، احباب اور تمام مسلمانوں کا انجام اچھا کرے، آمین،

حافظ ابو سعید سمعانی نے کتاب الانساب میں ذکر کیا ہے کہ شیخ ابو بکر محمد بن علی بن جعفر کتانی نے طواف میں بارہ ہزار ختم کئے، اور ۳۲۲ھ میں وفات پائی،

سمعانی نے کتاب الانساب میں ذکر کیا ہے کہ ابو یعقوب اسحٰق بن ممشاد زاہد بہت اچھے واعظ تھے، ان کے ہاتھ پر اہلِ کبائر اور مجوس میں سے پانچ ہزار مرد و عورت ایمان لائے،

اور امام ابوبکر انباری سے منقول ہے کہ میں نے احمد بن یحییٰ سے سُنا کہ ہم نے قواریری سے ایک لاکھ حدیثیں سُنی ہیں، قواری سے عبداللہ بن عمر بن میسر بصری بغدادی مراد ہیں،

میں نے شیخ کے مخطوطات میں مختلف مقامات پر بطور تعلیق دیکھا ہے، میں نے شیخ قاضی بدرالدین ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم بن خلکان اربلی شافعی سے چہارشنبہ کے روز، ۷ ارجب ۶۶۶ھ میں سُنا، میں نے ایک صالحہ عورت کو دیکھا، جس نے پورا قرآن ستر دن میں حفظ کر لیا تھا،

میں نے اپنے شیخ قاضی کمال الدین سلار سے سُنا فرماتے تھے، میں نے تنبیہ چار مہینہ میں حفظ کر لی تھی،

میں نے اپنے شیخ بتلیسی سے سُنا، میں نے غزالی کی کتابوں کو جمع کیا اور ان کو امام کی زندگی پر تقسیم کیا تو ہر روز پر چار جز تقسیم ہوئے، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ،

ہمارے علماء میں امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس شافعیؒ اور امام ابوالحسن اشعریؒ کثرتِ تصانیف میں مشہور ہیں،

امام ابوبکر بیہقیؒ نے امام شافعیؒ کی تصانیف کو شمار کیا ہے، اور امام حافظ ہشام بلکہ حافظ دنیا ابوالقاسم یعنی ابن عساکر نے اپنی کتاب "تبیین کذب المفتری" میں ابوالحسن اشعری کی تصانیف کو شمار کیا ہے، تین سو کے قریب ہیں،

میں نے اپنے شیخ ضیاء الدین ابو اسحٰق ابراہیم بن عیسیٰ مرادی سے چہارشنبہ کے روز، ۷ رشوال ۶۵۹ھ میں مدرسہ بادرانیہ دمشق میں سُنا کہ شیخ عبدالعظیم فرماتے تھے

میں نے اپنے ہاتھوں سے نوّے مجلّدات اور سات سو جز لکھے، سب کے سب علوم حدیث اور دوسروں کی تصانیف سے، اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ لکھا، ہمارے شیخ کہتے ہیں میں نے ان سے زیادہ صاحبِ اجتہاد کسی کو نہ دیکھا اور نہ سُنا، رات اور دن ہمیشہ کام میں مشغول رہتے تھے، فرماتے تھے میں قاہرہ کے مدرسہ میں بارہ برس ان کے پڑوس میں رہا، میرا مکان اُن کے مکان کے اوپر تھا، میں رات کے کسی حصہ میں بھی بیدار ہوتا تو ان کے کمرہ میں روشنی اور ان کو علم میں مشغول پاتا، حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی کتابیں اُن کے پاس ہوتی تھیں، شیخ نے ان کی تحقیق اور علوم و فنون میں اُن کی یگانگت کو اس انداز سے بیان کیا کہ زبان تعبیر سے عاجز ہے، وہ مدرسے سے صرف جمعہ کے لئے نکلتے تھے، تعزیت، مبارکباد یا کسی بھی کام کے لئے باہر نہیں جاتے تھے، ہر وقت علم میں مشغول رہتے، اللہ ان سے، ہمارے والدین سے اور سارے مسلمانوں سے راضی ہو،

میں نے اپنے شیخ ضیاء الدین رحمہ اللہ سے سُنا کہ میں نے صحیح بخاری چھ جلدوں میں ایک قلم سے لکھی، صرف اس کو بنا لیتا تھا، اور بخاری کے بعد دوسری چیزیں بھی لکھیں، اور یہ سب قاہرہ میں لکھا،

ابن قتیبہؒ نے "ادب الکاتب" میں کہا ہو بریت القلم ابریہ بریا۔ آآہی۔

ابو سعید سمعانی نے "کتاب الانساب" میں لکھا ہے کہ ابو بکر محمد بن علی بن جعفر کتانی نے طواف میں بارہ ہزار ختم کئے، ۳۲۲ھ میں وفات پائی،

اے طرب نوا مجھ سے بار بار ایسے لوگوں کا ذکر کر، کیونکہ ان کی باتیں زنگ آلود دل کو روشن کر دیتی ہیں۔"

میں نے اپنے شیخ عز الدین ابو حفص عمر بن اسعد بن ابو غالب اربلی شافعیؒ سے متعدد بار سنا، آخری مرتبہ جمعہ کے دن ۲۴ رجب ۶۵۹ھ کو سنا فرماتے تھے ہر شخص جو اللہ کی طاعت میں مشغول ہے وہ ذاکر ہے،

پھر میں نے اس بات کو ابو محمد بغویؒ کی "شرح السنۃ" میں حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے منقول بھی دیکھا،

یہ کتاب کا آخری حصہ ہے جو ہم تک پہونچا، اللہ تعالیٰ اس کے مصنف ولی اللہ شیخ محی الدین نووی رحمہ اللہ سے راضی ہو، اور ہم سے، ہمارے والدین، مشائخ، احباب واصحاب اور تمام مسلمانوں سے راضی ہو،

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ صَلٰوۃً وَّسَلَامًا مُتَلَازِمَیْنِ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

کتبہ سید دلشاد حسین کاظمی

بستان العارفین اردو

مصنفہ

ابوزکریا محی الدین بن شرف نووی

